

ضياء البيان في تفسير القرآن

علماء حفظاء الشريعة والفقهاء

سورة البقرة

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَسْوَاءٌ عَلَىٰ يَمْدُودُ الْأَنْذَرَتُهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ (6) خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ
سَمْعِهِمْ وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَاةٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (7) وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ
وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ (8) يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يُخَدِّعُونَ إِلَّا أَنفُسُهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ (9)
قُلُوبِهِمْ مَرْضٌ فَرَادِهِمُ اللَّهُ مَرْضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْنِي بُوْنَ (10) وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي
الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّا نَحْنُ مُضْلِلُونَ (11) أَلَا إِنَّهُمْ بِهِمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَكِنْ لَا يَشْعُرُونَ (12) وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ
آمَنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا أَنَّوْمِنْ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ أَلَا إِنَّهُمْ بِهِمُ السُّفَهَاءُ وَلَكِنْ لَا يَعْلَمُونَ (13) وَإِذَا
لَكُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا أَمَنَّا وَإِذَا خَلُوا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ (14) اللَّهُ
يُسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمْدُدُهُمْ فِي طُغْيَا نَهْمٍ يَعْمَلُونَ (15) أُولَئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُ الْجَنَاحَاتِ بِالْهُدَىٰ فَمَا رَبَحْتُ
تِجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ (16). مَتَّلِعُهُمْ كَمَتَّلَ الَّذِي اسْتَوْقَدَ تَارًا فَلَمَّا أَضَاءَ ثُمَّ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ
بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبَصِّرُونَ (17) صَمَدْ بُكْمٌ عَنِ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ (18) أَوْ كَصَبِيبٌ مِنَ السَّيَاءِ
فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ يَجْعَلُونَ أَصْبَاعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ مِنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ وَاللَّهُ مُحْيِي
بِالْكَافِرِينَ (19) يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطُفُ أَبْصَارَهُمْ كُلَّمَا أَضَاءَ لَهُمْ مَشْوًأً فِيهِ وَإِذَا أَظَلَمَهُ عَلَيْهِمْ قَامُوا وَلَوْ شاءَ
اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَبِيعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (20)

ترجمہ: پیش جو لوگ کافر ہو چکے برابر ہے ان کو توڑائے یا نہ ڈرائے وہ ایمان نہ لائیں گے، مہر کر دی
اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے اور
لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر اور دن قیامت پر اور وہ ہر گز مو من نہیں، دعا

بازی کرتے ہیں اللہ سے اور ایمان والوں سے اور دراصل کسی کو دعا نہیں دیتے مگر اپنے آپ کو اور نہیں سوچتے، ان کے دلوں میں بیماری ہے، پھر بڑھادی اللہ نے ان کی بیماری، اور ان کے لیے عذاب دردناک ہے اس بات پر کہ جھوٹ کہتے تھے، اور جب کہا جاتا ہے ان کو فساد نہ ڈالو ملک میں تو کہتے ہیں ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں، جان لو وہی ہیں خرابی کرنے والے لیکن نہیں سمجھتے۔ اور جب کہا جاتا ہے ان کو ایمان لاو جس طرح ایمان لائے سب لوگ تو کہتے ہیں کیا ہم ایمان لا میں جس طرح ایمان لائے ہیو قوف جان لو وہی ہیں ہیو قوف لیکن نہیں جانتے اور جب ملاقات کرتے ہیں مسلمانوں سے تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے ہیں اور جب تنہا ہوتے ہیں اپنے شیطانوں کے پاس تو کہتے ہیں کہ بے شک ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو ہنسی کرتے ہیں (یعنی مسلمانوں سے) اللہ ہنسی کرتا ہے ان سے اور ترقی دیتا ہے ان کو ان کی سر کشی میں اور حالت یہ ہے کہ وہ عقل کے اندر ہے ہیں یہ وہی ہیں جنہوں نے مولیٰ مگر ابھی ہدایت کے بدالے سونافع نہ ہوئی ان کی سوداگری اور نہ ہوئے راہ پانے والے ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی پھر جب روشن کر دیا آگ نے اس کے آس پاس کو تو زائل کر دی اللہ نے ان کی روشنی اور چھوڑا ان کو اندر ہیروں میں کہ کچھ نہ دیکھتے بہرے ہیں اندر ہے ہیں سودہ نہیں لوٹیں گے یا ان کی مثال ایسی ہے جیسے زور سے مینہ پڑ رہا ہو آسمان سے اس میں اندر ہیرے ہیں اور گرج اور بکلی دیتے ہیں انگلیاں اپنے کانوں میں مارے کڑک کے موت کے ڈر سے اور اللہ احاطہ کرنے والا ہے کافروں کا تقریب ہے کہ بکلی اچک لے ان کی آنکھیں جب چکتی ہے ان پر تو چلنے لگتے ہیں اس روشنی میں اور جب اندر ہیرا ہوتا ہے تو کھڑے رہ جاتے ہیں اور اگر چاہے اللہ تو لے جائے ان کے کان اور آنکھیں بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تفیر و تشریح:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا: یہ مغلوب علیہم کا تذکرہ ہے، جنہوں نے حق بات کے سمجھنے کے بعد ہٹ دھرمی اور ضد و عناد سے اسے ٹھکرایا، اسی ہٹ دھرمی اور ضد کا نتیجہ یہ تکلیک کے دل مردہ ہو گئے۔ اب تبلیغ وعظ ان کے دلوں پر اثر انداز نہیں ہوتا، اور ان کے دل ایمان کے نور سے کبھی بھی منور نہیں ہو سکتے۔

خَتَمَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ: یہ ما قبل کا سبب بیان ہو رہا ہے۔ یعنی ایمان نہ لانے کی وجہ اور علت ان کے

دلوں اور کانوں پر مہروں کا لگنا ہے۔ اور قبولِ حق کی صلاحیتوں کا سلب ہو جانا ہے۔ یاد رکھیے مہر کا لگنا جر نہیں، بلکہ جباریت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے ہدایت کے جمیع اسباب تیار کر دیے ہیں۔ ان اسbab پر غور کرنے کے بعد اور حق بات کو سمجھ لینے کے بعد جب بندہ عمدًا اور قصد آن اسbab سے اعراض کرتا ہے اور حق بات کو ٹھکرا کر کفر پر قائم رہتا ہے۔ تب اللہ تعالیٰ اس پر مہر لگادیتے ہیں۔ یہ مہر لگانا ابتداء نہیں، کہ کچھ لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے پیدا ہی ایسا کیا ہے کہ ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے، بلکہ یہ مہر لگانا بطور نتیجہ کے ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ: پہلی آیتوں میں دو گروہوں کا ذکر ہوا۔ پہلا گروہ مخلص اور کامل مومن، دوسرا گروہ کلی طور پر دین اسلام کا منکر اور کافر۔ اس آیت میں تیسرے گروہ (ضالین) کا تذکرہ ہے، جو زبان سے ایمان کا اقرار کرتے ہیں، مگر دلوں میں کفر کی غلاظت بدستور موجود ہے۔ اسی لیے فرمایا کہ درحقیقت یہ لوگ مومن نہیں۔ یہ اللہ سے اور مومنوں سے دغabaزی کر کے دنیوی مفاد اٹھانا چاہتے ہیں، مگر اپنے اس رویے سے یہ اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں۔

فِيْ قُلُوبِهِمْ: نفاق اور شک کی بیماری مراد ہے۔ اسلام کو اور مسلمانوں کو دن بدن ترقی اور فتوحات کا ملنا ان کی بیماری میں اضافے کا سبب بن جاتا ہے۔ ان کا ایمان قبول کرنے کے دعویٰ میں جھوٹ بولنا عذابِ الیم میں بتلا ہونے کا سبب بن جائے گا۔

منافقین کا فساد یہ تھا کہ ان کی ہر قسم کی ہمدردیاں یہود اور کفار کے ساتھ تھیں اور مسلمانوں میں بظاہر شامل رہ کر ان کے راز کفارتک پہنچاتے تھے۔ جب انہیں اس نار وارویے سے منع کیا جاتا تو وہ کہتے ہم صلح کن لوگ ہیں اور ہم مسلمانوں اور یہود کے مابین بھائی چارہ اور اصلاح چاہتے ہیں۔ ان صلح کن کا دعویٰ کرنے والوں کو اللہ نے فسادی قرار دیا۔

وَإِذْ قِيلَ لَهُمْ أَمِنُوا: الناس سے مراد صحابہؓ گرام ہیں، جو صدق دل سے ایمان قبول کر چکے تھے۔ منافقین انہیں بے وقوف اس لیے کہتے کہ انہوں نے اپنے مال و دولت، گھر بار اور وطن اور رشتہ داروں کو ایک شخص کے پیچے لگ کر چھوڑ دیا (اصحابِ رسولؐ پر یہ پہلا تبرا ہے) قرآن نے اس تبرا کا جواب دیتے ہوئے فرمایا

حقیقت میں پر لے درجے کے احمد اور بے وقوف یہی لوگ ہیں، پھر احمد پن کی انتہا یہ ہے کہ اپنے احمد ہونے سے باخبر بھی نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اصحاب رسولؐ کی مقدس جماعت پر جو فتویٰ لگایا جائے گا وہی فتویٰ پلٹ کر اس شخص پر چسپاں ہو گا۔

یہاں شیاطین سے مراد ان کے کافر سردار اور مشرک دوست ہیں۔ اللہ کی طرف استہزاء کی نسبت جزاً الاستہزاء کے معنی میں ہے۔ عربی زبان میں فعل کی سزادی نے پر اس کو اسی فعل سے ادا کر دیتے ہیں۔ اب معنی ہو گا اللہ انہیں اس استہزاء کی سزادے گا۔

أُولئِكَ: اولئک سے مذکورہ منافقین کی طرف اشارہ ہو رہا ہے اور یہاں اشتریٰ اختیار کے معنی میں ہے۔ یعنی منافقین نے ہدایت کے راستے کو قبول کرنے کی بجائے گمراہی اور کفر کو اختیار کر لیا، یا اشتریٰ اپنے حقیقی معنی میں ہے یعنی خریدنا، اور ہدایت سے مراد وہ فطری ہدایت ہے جو اللہ نے ہر شخص کی فطرت میں رکھی ہے۔ انہوں نے اس فطری ہدایت کے بد لے گمراہی کو خرید لیا۔

مَثَلُهُمْ: عام مفسرین کا خیال یہ ہے کہ اب اللہ رب العزت منافقین کے لیے دو مثالیں بیان کرنا چاہتا ہے۔ یہ پہلی مثال ہے اور دوسری آؤکھیپ سے شروع ہو رہی ہے۔ مگر مولانا حسین علی الاولیٰ کا خیال یہ ہے کہ تین جماعتوں (مومن، کافر، منافق) کے تذکرے کے بعد اللہ ایک مثال کفار کے لیے اور ایک مثال منافقین کے لیے بیان کرنا چاہتا ہے۔ یہ کفار کے لیے مثال بیان ہوئی کہ امام الانبیاء ﷺ نے قرآنی آیات کے ذریعے ہدایت کی آگ روشن کی۔ پھر جب اس آگ نے ارد گرد کے ماحول کو روشن کر دیا (اور دور سے لوگ آکر دامنِ اسلام سے وابستہ ہونے لگے) تو قریب کے لوگ (مشرکین مکہ) اس آگ کی روشنی سے محروم رہے۔ کیونکہ روشنی دیکھنے کے لیے بینائی کی ضرورت ہوتی ہے، اللہ نے ان سے بوجہ ان کے عناد اور ہٹ دھرمی کے نور بصیرت ہی چھین لیا۔ یہ آیت وہی مفہوم ادا کر رہی ہے جو مفہوم مختتم اللہ علی قلوبِ بیہم کا ہے۔

آؤکھیپ: یہ منافقین کے حال کی تمثیل ہے اور اس کی دو شقیں ہیں۔ یہ پہلی شق ہے۔ اس مثال میں بارش سے مراد اسلام اور قرآن، اندھروں اور بادل کی کڑک سے مراد وہ مصائب اور شدائد ہیں جو ایمان قبول کرنے

والوں کو برداشت کرنے پڑتے ہیں اور بھلی سے مراد وہ فتوحات اور دنیوی فوائد ہیں جو مسلمانوں کو عطا ہوتے رہتے ہیں اور کڑک سے مراد شرعی پابندیاں اور قرآن میں مذکورہ تجویزات ہیں۔ منافقین اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں اس خطرے سے کہ کہیں قرآن کی آوازان کے دلوں میں گھر کرنہ جائے۔ مخلصانہ ایمان قبول کرنے کو وہ موت کے مترادف سمجھتے تھے۔

يَكَادُ الْبَرْقُ: یہ مثال کی دوسری شق ہے۔ یَخْطُفُ بِهَا نَخْرَهٗ کر دینے کے معنی میں ہے۔ یعنی اسلام اور مسلمان دن بدن ترقی کے راستے پر اس طرح گامزن ہیں کہ اسے دیکھ کر ان کی آنکھیں چند صیارتی ہیں۔ وہ جب اسلام کی فتح مندی اور مسلمانوں کی کامیابی اور مال غیرمت کی فراوانی دیکھتے ہیں تو ان کے دل ایمان کی طرف مائل ہو جاتے ہیں مگر جب کوئی مصیبت اور تکلیف دروازے پر دستک دیتی ہے تو پھر ویسے کے ویسے ہو جاتے ہیں۔ یا جب امام الانبیاء ﷺ کی مبارک محفل میں آتے ہیں تو ان کے دل نرم ہونے لگتے ہیں۔ مگر جب محفل سے باہر نکلتے ہیں تو پھر ویسے کے ویسے ہو جاتے ہیں، حالانکہ عقل مند شخص وہی ہے کہ بھلی چمکے تو آگے کاراستہ دیکھے اور انہیں اچھا جائے تو بھی اس دیکھے ہوئے راستے پر چلے۔ مگر منافق ایسے احمق ہیں کہ جب بھلی چمکتی ہے تو چل پڑتے ہیں اور انہیں اچھا جائے تو کھڑے ہو جاتے ہیں۔

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ: اگر منافقین اسی حالت پر قائم رہے تو اللہ ان پر بھی مہریں لگادے گا۔

ہر مشکل سے خباثت اور پریشانی دور کرنے کے لئے
جب آدمی کسی مشکل میں گمراہ ہوا ہو یا اسے کوئی پریشانی در پیش ہو یا وہ بے وسیلہ ہو
تو وہ یہ دعا کثرت سے پڑھا کرے:

رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ [القصص: ٢٢]

اے میرے پروردگار! میں اپنے لئے آپ کی نازل کی ہوئی ہر بھلانی کا محتاج ہوں۔

دین کی سمجھ

ادارہ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا عَبَدُ اللَّهُ بِشَيْءٍ أَفْضَلَ مِنْ فِقْهِهِ فِي دِينِهِ، وَلَفَقِيهُ وَاحِدُ أَشَدُ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ، وَلِكُلِّ شَيْءٍ عِيَادٌ وَعِيَادُ هُذَا الْدِينِ الْفِقْهُ۔

(دارقطنی و بیہقی)

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے بندے کے لئے اس سے بڑھ کر فضیلت کی اور کوئی بات نہیں ہو سکتی کہ وہ دین میں سمجھ حاصل کرے۔ دین کی سمجھ رکھنے والا ایک عالم ہزاروں عابدوں سے زیادہ شیطان پر بھاری ہے۔ ہر چیز کی ایک بنیاد ہوتی ہے اور دین اسلام کی بنیاد ”دین کی سمجھ“ ہے۔

شرح: اس حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے دین میں تفہم، سمجھ بوجھ اور فہم و بصیرت کی اہمیت اور فضیلت کو واضح فرمایا ہے، اور اس سلسلہ میں تین باتیں ذہن نشین کرائی ہیں۔

بندے کے لیے سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ وہ دین میں تفہم اور سمجھ بوجھ حاصل کرے، دین کی سو جھ بوجھ اور احکام دین میں گہری بصیرت اللہ کا سب سے بڑا انعام ہے۔

شیطان پر ایک صاحب فہم عالم ہزار عابدوں سے زیادہ اس لیے بھاری ہے کہ ہزار سادہ لوح عابدوں کو بہکانا اور گمراہ کرنا آسان ہے لیکن ایک صاحب فہم و بصیرت عالم کو حق سے ہٹانا دشوار ہے اور اس لئے بھی کہ عابد کی عبادات عام طور پر اپنی ذات کے لئے ہوتی ہے، لیکن ایک جید عالم دین کی دینی بصیرت اور علم و حکمت لاکھوں انسانوں کی بدایت اور رہنمائی کا ذریعہ بنتی ہے۔

ہر چیز کے استحکام اور بقا کی کوئی بنیاد ہوتی ہے۔ دین کے قیام و استحکام کی بنیاد دین میں گہری سمجھ بوجھ ہے۔ زندگی کے گوناگوں پر تیجی حالات میں دین کیا ہے اور کیا نہیں ہے؟ دین کے تقاضے کیا ہیں اور کیا نہیں ہیں؟ زندگی کے گوناگوں مسائل اور حالات میں دین کا مشا سمجھنا، اور دین پر ٹھیک ٹھیک قائم رہنا، دین میں گہری بصیرت اور تفہم کے بغیر ممکن نہیں، اسی لئے نبی کریم ﷺ نے تفہم کو دین کی بنیاد بتایا ہے۔

یورپ کا ان اخلاق و ادار سکھائی

مدرس

خدا جانے زندگی چلتے چلتے ہمیں کس موڑ پر لے آئی ہے اور ہم کن ان دیکھے را ہوں کے راہی بن گئے ہیں۔ ہم تو ایسے کبھی نہ تھے اور ہماری تاریخ میں ایسی مثال ڈھونڈنے سے نہیں مل پائی تھی۔ ہمارا "آج" ہمارے "کل" کے سامنے باعث شرم اور ہمارا حال ہمارے ماضی کے لیے باعث ننگ ہے۔ کیا ہم صرف کھانا کھانے اور اپنی جسمانی و نفسیاتی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے بیہاں آئے ہیں اور کسی بلند نصب الحصین کے بغیر ہی اشرف المخلوقات بن گئے ہیں۔ کیا جانور بھی یہ تمیر نہیں مار لیتے؟ کیا غیر مسلم یہ کام پدر جہا خوبی کے ساتھ نہیں کر لیتے؟ پھر مسلمانوں کی الگ است پیدا کرنے کا کیا مطلب؟ یہ جانوروں جیسی مادر پدر آزادی اور غیروں کی نقلی والی زندگی کسی طرح بھی ہماری تہذیب سے لگاؤ نہیں کھاتی۔ ہم جو زمانے کی امامت کرنے والے تھے، کب سے ان کے نقال بن گئے ہیں۔ ہم نے زمانے کو جیعنی کاڑھنگ سکھایا، زندگی بسر کرنے کے طریقے بتائے۔ ہم نے انسانی معاشرہ کی مثال قائم کی۔ اور آج ہم ہی اخلاقی اوصاف اور تہذیبی اقدار سے بے نیاز، تنگی تہذیب جسے تہذیب کہنا بھی انسانیت کے خلاف جرم معلوم ہوتا ہے کے دیوانے ہو رہے ہیں۔

یورپ میں سائنس و تکنیکالوجی کا غلغله ہے مگر اپنے سائنسی انقلاب میں چرچ کے خلاف رو عمل کی شدت نے اس کی انسانیت کو بھسپ کر دیا ہے۔ اس سے سائنس و تکنیکالوجی لینے کے ساتھ ساتھ اسے انسانی اخلاق و تہذیب و اقدار سکھانے کی بھی ضرورت ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک آدمی کے دماغ ہو اور وہ اپنے رب کو نہ پہچان سکے اور حیوانات سے بدر جہا گری ہوئی سطح پر زندگی گزارنے کو کمال تہذیب سمجھتا ہو۔ علامہ اقبال کہتے ہیں

یورپ میں بہت روشنی علم وہ نہ رہے

حق یہ ہے کہ بے چشمہ حیوان ہے یہ ٹلمات

وہ وجی کی رہنمائی سے محروم ہو کر اجتماعی اور انفرادی سطح پر انسانیت کے بدترین دشمن کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ دوسرا قوموں کے معدنی و سائل ہتھیارے کے لیے وہ ان کے ملکوں میں مہلک و باسیں پھیلاتے ہیں۔ جنگیں کرواتے ہیں اور خود کمزور ملکوں پر چڑھ دوڑتے ہیں کمزور اور بے حس عوام پر یورپیں ملے با رو دا اور دیگر تباکار اسلحہ کا استعمال آج کے

تہذیبی درندوں کے بڑے، امریکہ کے ماتحت پر کلک کا نیکہ ہے۔ لیکن ان جرام میں سارا یورپ NAT کی چھتری میں اس کے ساتھ شریک جرم ہے۔

ارضی وسائل ختم ہونے تھے وہ انسانی آبادی کے خلاف بھیانک ساز شوں میں بتلا ہیں اور آج انسانی آبادی کے فطری توازن کو درہم برہم کر کے خاندانی منصوبہ بندی کے عذاب میں دنیا کو پھنسا چکے ہیں۔

انفرادی سطح پر انسوں نے فرد سے مقصد زندگی چھین کر اسے پورا ہفتہ کمانے اور اختتام ہفتہ پر عیاشی کے نشہ میں غرق کر دیا ہے، انہیں اپنی اس عیاشی کے راستے میں اولاد بھی رکاوٹ نظر آتی ہے اور شادی بھی۔ چنانچہ وہ نہ صرف کتوں اور خزیروں کی طرح بھی ایک کے ساتھ ملوث ہوتے ہیں بلکہ کتوں اور دوسرے جانوروں سے بھی حصول لذت کے لیے متاع انسانیت کی تدالیں سے نہیں چوکتے۔

جو اپنے عارضی مفادات اور گھٹیا لذت کی خاطر تہذیب و شرافت کو تباہ کرنے پر تلے بیٹھے ہیں اور جن کا معاشرہ آج مال باپ جیسے رشتؤں کا تقدس اور بین بیٹی جیسے رشتؤں کے احترام آگئی بیار سے محروم ہے۔ وہ فالتواناج جلد دیتے ہیں مگر قحط زدہ مالک کو نہیں سمجھتے۔ وہ اپنے کتوں کو وہ کچھ کھلاتے ہیں جو دنیا کی ایک بہت بڑی انسانی آبادی کو میسر نہیں۔ ان کے لیے کتوں کے حقوق ہیں مگر مخالفین کے کوئی حقوق نہیں۔

یہ وہ بیچارہ اور مسکین یورپ ہے جو جدید تہذیب کے جھانے میں اپناز یور انسانیت بھی ھو چکا۔ آج اس کی علمی زبان میں انسانیت کا درس دینے اور مسلم معاشرہ کی اخلاقی صفات و تہذیبی اقدار سکھانے کی ضرورت ہے۔ اس فرضے میں غفلت و سستی ہماری آخرت پر اثر انداز ہو گی، ہی مگر چہلے ہماری دنیا بھی جاہ ہو گی اور ہماری نسلیں بھی بر باد ہوں گی کہ وہ وسائل، جنگوں اور میڈیا کے ذریعہ اپنی پوری قوت کے ساتھ ہم پر حملہ آور ہو چکا ہے۔ اس لیے میدیا نے ہم سے ہماری زبان، لباس اور ہماری معاشرت بڑی حد تک چھین لی ہے۔ اگر اب بھی خواب غفلت سے نہ جاگے تو کل پچھتا نے کو کچھ نہیں رہ پائے گا۔

سید کفایت بخاری

جوہرِ توحید

شیخ القرآن کا اسلوب دعوتِ توحید

میان محمد الیاس

توحید کی سب سے بڑی دستاویز قرآن ہے اور سارے قرآن کا خلاصہ توحید لا الہ الا الله محمد الرسول الله۔ جو دو جملوں پر مشتمل ہے۔ ان میں زیادہ اہمیت پہلے جملے لا الہ الا الله کی ہے۔ اسلام کی ساری عمارت اسی کلمہ توحید پر کھڑی ہے۔ دین اللہ کا ہے اور اس پر عمل رسول اللہ کے طریقے پر چلنے سے کرنا چاہیے۔ پس کلمہ توحید کا مطلب ہے۔

لا الہ الا الله

محمد رسول الله

لا الہ الا الله محمد رسول الله کلمہ طیبہ ہے اور اس کا سادہ ترین مفہوم یہ ہے کہ رکوع ہو، سجده ہو، طواف ہو، قیام ہو، پھیرے ہوں، غلے یادو دھ ساری نذو منت اللہ کے لیے ہے۔ پکار ہو تو اسی کی۔ غیب جانے والا، نظام عالم کا چلانے والا، حاضر و ناظر صرف اللہ ہے۔ سب طاقتوں کا مالک وہی ہے۔ اور وہی سب کا داتا اور مشکل کشا ہے۔

توحید بھی ایک نشہ ہے جسے چڑھ جائے اسے اس کے بغیر چین نہیں آتا۔ اس میں ایسی مٹھاں ہے کہ شہد اس کے مقابلے میں بیچ ہے اور اگر کسی کو مسئلہ توحید سمجھنا آئے تو اس سے زیادہ تلخ اور کڑوی چیز بھی کوئی نہیں، کسی مولوی یا میر کی تقریر سننے سے مسئلہ توحید اتنا سمجھ میں نہیں آتا جتنا قرآن پر ہنسنے سے آتا ہے۔ قرآن نزی توحید ہے اس کے مسلسل پڑھتے رہنے اور فکر و تدبیر سے ذہنوں اور زندگیوں میں انقلاب آ جاتا ہے۔

نماز کیا ہے؟ عقیدہ توحید کا اعادہ ہے۔ کچھ کرنا ہے اور کچھ کہنا ہے۔ اللہ نے نماز کے ذریعے سکھایا کہ جو کرنا ہے میرے لیے کرو جو کہنا ہے مجھ سے کہو۔ تکبیر و تحمید، رکوع و سجود، قیام و تشهد، قومہ اور جلسہ میرے لیے کرو

اور جو کچھ کہنا ہے مجھ سے کہو۔ جو مانگنا ہے مجھ سے مانگو۔ غیروں کے لیے نہ کرو نہ ان سے مانگو۔
 مشرکین مکہ اور پیغمبر ﷺ کے عقائد میں صرف دو لفظوں کا فرق تھا اور وہ لفظ تھے ”بھی“ اور ”ہی“ بھی اور
 ہی کا جھگڑا تھا۔ مشرک کہتے تھے اللہ بھی۔ اور بھی۔ اللہ بڑا اللہ اور دوسرے چھوٹے چھوٹے اللہ (بزبان پنجابی
 چھوٹے چھوٹے) جبکہ پیغمبر کا صاف اعلان تھا کہ ”اللہ ہی اللہ ہے“ مشرکین کو ”اللہ ہی“ سے چڑھی۔
 دن، جگہ اور وقت و مدت کا تعین کرنا خاصا اللہ کا ہے۔ حج کا مہینہ اور دن اور اوقات منی ہے ہیں۔ حج دس
 ذوالحجہ کو عرفات کے میدان میں ہی ہو گا۔ روزوں کا مہینہ مقرر ہے۔ نماز کے اوقات مقرر ہیں۔ اللہ کے مقرر
 کردہ نظام کے علاوہ اپنی طرف سے تعین کرنا شرک ہے جیسے گیارہویں کی نیاز، امام جعفر کے کونڈے، عرسوں
 کی تاریخ جو ہر سال ایک ہی تاریخ کو ہوتے ہیں اور یا رلوگ ان میں شرکت کی نیت کر لیتے ہیں اور اس کے لئے
 باقاعدہ اہتمام سے سفر کرتے ہیں۔ یاد رکھو کہ ثواب کی نیت کر کے سفر کرنا صرف بیت اللہ کا حق ہے۔ اور
 طواف و پھیرے بھی بیت اللہ کے علاوہ کسی قبر کے لگانا شرک ہے۔

کوئی بھی ولی اللہ ایسا نہیں گزر جس نے توحید کی دعوت نہ دی اور شرک کا دردناک کیا ہو۔ اپنے زمانے میں اولیاء
 اللہ جب توحید و سنت کی اشاعت اور شرک و بدعت کی تردید کر رہے تھے تو انہیں ”وہابی“ کہا جاتا تھا۔ انہیں
 گالیاں دی جاتی تھیں، مارا جاتا تھا، ان کا بایکاٹ ہوتا تھا۔ اور جب وہ مر جاتے تھے پھر شیطان نے پئی پڑھائی کہ یہ
 لوگ اللہ کے محبوب تھے یہ اس کے پیارے ہیں۔ اللہ ان کی بات رو نہیں کرتا۔ ان سے سفارشیں کراؤ۔ ان کی
 تنظیم کے لیے ان کی قبروں پر جھک جایا کرو اور ان کی خوشنودی کے لیے نیازیں دیا کرو یہ خوش ہو تو خدا بھی
 خوش۔ اس طرح کل کے مغضوب آج کے معبد بن گئے۔

نبی کریم ﷺ و سلم کے روضہ اطہر سے بڑھ کر کسی کا درجہ نہیں مگر شریعت کی طرف سے اس کی
 زیارت کے لیے خاص وقت مقرر ہے نہ دن۔ اگر حضورؐ کے روضے کی زیارت اور مسجد نبویؐ میں حاضری کے لیے
 دن مقرر نہیں تو پھر اور کون ماکی کا لعل ہے، جس کی قبر پر جانے کے لیے دن مخصوص کیے جائیں۔ اس لیے
 عرسوں پر جانا اور میلے اگنانزی بدعت اور گر اہی ہے۔

شرک کی گاڑی دوپھیوں سے چلتی ہے۔ ایک یہ کہ پیر، ولی یانی (عالم الغیب) ہر شے جانتے ہیں۔ دوسرا وہ نفع نقصان کے مالک ہیں۔ وہ عالم الغیب اور متصرف و مختار ہیں اگر یہ عقیدہ نہ ہو تو مشرک کبھی بھی انہیں نہ پکاریں اور نہ ہی ان کی قبروں پر حاجات مانگنے کے لیے جائیں۔ شرک کبھی بعض اور عادات سے نہیں پھیلتا۔ بلکہ محبت و عقیدت سے نشوونما پاتا ہے۔ یہودیوں نے حضرت عزیز علیہ السلام اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بعض یاد شمنی سے خدا کا بیٹا نہیں کہا بلکہ محبت و عقیدت اور عشق کی وجہ سے ایسا کیا۔

شیطان بڑا چالاک ہے ستاستاشرک کرتا تھا۔ تاکہ مشرک اخراجات سے اور مسافت سے گہرائے جائے۔ اس نے ہر علاقہ کے لوگوں کے لئے ”ڈھیریاں“ (قبوں) بنار کھی ہیں۔ پنڈی والوں کے لیے بری شاہ لطیف اور گوڑا ہے۔ لاہور والوں کے لیے سید علی ہجویری ہیں اور گجرات والوں کے لیے شاہ ولہ صاحب ہیں۔ تاکہ اس کے پیروکاروں کو دور نہ جانا پڑے۔ بس اپنے ہی ”بابے“ کی چو ماچائی کر لیتے ہیں۔ کلمہ توحید لا الہ الا اللہ توحید کے اقرار اور شرک کے انکار کا نام ہے۔ اس میں شرک کی نفی پہلے ہے یہ چار لفظوں کا ایک جملہ ہے۔ جو ہر مشرک کی موت ہے۔
لا۔۔۔ کوئی نہیں
اللہ۔۔۔

اللہ۔۔۔ پکاریں سننے والا۔ حاجت روا، مشکل کشا، سجدہ و رکوع کے لائق، نذر و منت کے لائق، حاضر و ناظر، عالم الغیب، رازق و مختار

اللہ۔۔۔ مگر ایک ہے، ایک ہی

اللہ۔۔۔ صرف اور صرف اللہ اللہ ہے۔

جس نے اس مفہوم کے ساتھ لا الہ الا اللہ کو مان لیا اس نے اس کلمہ اور پیغام کے داعی محمد رسول اللہ کو بھی مان لیا۔ کیونکہ یہی کلمہ حضورؐ کی دعوت کا خلاصہ ہے اور اسی کی غاطر آپؐ کو مبعوث کیا گیا۔

قرآن چھوڑنے اور احکام الہی سے بغاوت کا نتیجہ ہے کہ مشرکین کے تمام عقائد میں تضاد ہے۔ ایک ہی وقت میں اپنے عقیدے کا اقرار و اظہار بھی کرتے اور تردید و انکار بھی۔ میلاد کے جلوس بھی نکالیں گے اور

معراج کے جلسے بھی کریں گے اور حاضر ناظر بھی مانیں گے۔ حضورؐ کو مختار کل بھی کہیں گے اور شفاعت کا عقیدہ بھی رکھیں گے، وحی کا اقرار بھی کریں گے اور حضورؐ کو عالم الغیب بھی مانیں گے۔ مصائب کا ذکر بھی کریں گے اور مشکل کشا بھی کہیں گے۔

بشر کین کے عقائد میں سے حاضر ناظر کا عقیدہ سب سے گند اور خطرناک ہے اس سے حضورؐ کی حیات طیبہ کے ہر عمل کی نفی ہوتی ہے۔

امتنیں جب زوال پذیر ہوتی ہیں تو بدعات اور جھوٹی تمناؤں میں پڑ جاتی ہیں۔ قضا عمری بھی ایسی ہی بدعات ہے کہ سارے سال کی نمازیں صرف دور کھت نماز قضا عمری ادا کرنے سے ادا ہو جاتی ہیں۔

اپنے پروگرام اور مشن کی تبلیغ و اشاعت کے لیے کسی خاص فرد یا جماعت کا نام لینا ضروری نہیں اور نہ ہی اس کی تفحیک و تذلیل کرنی چاہیے بلکہ قرآن حکیم کے ذریعے سے توحید کے دلائل دیا کرو۔ آپ ہی آپ شرک کی تردید بھی ہو جائے گی اور مشرکانہ عقائد کے حامل افراد و جماعات کی مذمت بھی۔ نام لے کر تلقید کرنے کے کئی مفاسد ہیں اور پھر نئی روشنی کے سرکاری افسروں اور دوسرا لوگوں کو ”فرقہ واریت“ کا الزام لگانے کا موقع مل جاتا ہے۔

جذب و شوق اور پاکیزگی کے اعتبار سے حج دنیا بھر کا عدیم المثال اجتماع ہے حاجی صاحبان مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ دونوں جگہ جاتے ہیں مگر دونوں میں فرق ہے۔ مکہ میں ہر طرف توحید کے نظارے ہوتے ہیں۔ احرام باندھنے سے آخر تک ہر قول اور فعل سے توحید کا اظہار کرنا ہوتا ہے۔ احرام باندھنے کے بعد محروم تلبیہ پڑھتا ہے۔ لبیک اللہم لبیک لا شریک لک لبیک۔ یعنی زبانی پکار صرف اللہ کی۔ بیت اللہ کے گرد طواف اور صفا مودہ کے پھیرے بھی اللہ کے لیے، منی میں قربانی اللہ کی۔ سجدے اللہ کے اور غرض لا الہ الا اللہ کا عملی نقشہ مکہ مکرمہ میں نظر آتا ہے۔

مدینہ منورہ میں روضہ رسولؐ کا طواف ہوتا ہے نہ سجدہ، نہ پکار، نہ قربانی، وہاں صرف صلوٰۃ و سلام پڑھا جاتا ہے گویا محمد رسول اللہ کا عملی نمونہ مدینہ میں نظر آتا ہے کہ عبادت اللہ کی اور اطاعت محمد رسول اللہ کی ہونی چاہیے۔

بشر کوں کی پرانی عادت ہے کہ وہ گمراہ تو خود ہوتے ہیں مگر توحید بیان کرنے والوں کو گمراہ اور بے ادب کہہ کر بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اپنے شرک و بدعت کو گناہ نہیں سمجھتے بلکہ اسے عین ایمان اور کارث و ثواب سمجھتے ہیں۔

مجزہ پیغمبر کے اور کرامت ولی کے اپنے اختیار میں نہیں ہوتی۔ مجزہات اور کرامات برحق مگر یہ دونوں اللہ کے اختیار میں ہیں۔ ذاتی طور پر پیغمبر اس کا مالک ہوتا ہے نہ ولی ہی کے پاس کوئی طاقت ہوتی ہے۔ دین کی عمارت میں عقیدہ بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے اور اعمال دیواریں، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ دیواریں ہیں اور بنیاد کہتے ہیں کلمہ توحید۔ جو دو اجزاء پر مشتمل ہے۔

ashhadu an la ilah la ilah illa allahu yarabu illi wasa al-hadithat wal-hadisat kii shahadat

واشہد ان محمد عبدہ و رسولہ۔۔۔ یعنی حضورؐ کی عبدیت و بشیریت اور رسالت کی گواہی عقائد کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ کمی زندگی کے تیرہ سالوں میں کوئی عبادت فرض نہیں ہوئی گیا رہ سال نماز فرض نہیں ہوئی۔ یعنی گیارہ برسوں میں نماز نہیں، روزہ نہیں، حج نہیں، زکوٰۃ نہیں۔ لیکن قرآن پاک کا مسلسل نزول ہوتا ہا۔ یہ عقیدہ کی تعلیم ہو رہی تھی عقیدہ درست، ہو جائے تو عبادات و اعمال بھی درست۔ ورنہ غلط عقیدے کے ساتھ اچھے اعمال کی مثال وہی ہے، کمزور بنیاد پر مضبوط دیوار بنانا۔

قرآن پاک میں دو مضمون ایسے ہیں جن کو پوری وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اولاً مسئلہ توحید کا اعلان اور شرک کی تردید و مذمت، ثانیاً جزا و سزا۔

باقی مسائل میں حضورؐ کے اتباع کا حکم ہے۔ نماز کیسے پڑھنی ہے؟ رکوع و سجود کیسے ادا کرنے ہیں۔ روزہ اور حج کیسے کرنے ہیں، اس لیے پیغمبر کا اتباع کرو۔ اس لیے کہ دین وہی ہے جو پیغمبرؐ نے کہا ہے یا فرمایا ہے۔ ان کا کرنا بھی دین ہے اور نہ کرنا بھی دین ہے۔

پیغمبر انسانوں کی ہدایت کے لیے بھیجے جاتے ہیں۔ تاکہ دوسرے ان کو دیکھ کر اپنے اعمال درست کر لیں اور عقیدہ صحیح کر لیں۔ پیغمبر انسان ہوتے ہیں اور انسانوں ہی میں آتے ہیں۔

مسلمان قوم کی بد شتمی دیکھو کہ قرآن کو چھوڑ کر اللہ سے بغاوت کر رکھی ہے اور اس پر اللہ کا انتقام دیکھو، شیعہ ہیں محرم کے دنوں میں برکت کے حصول کے لیے ذوالجناح کے نیچے سے گزرتے ہیں۔ پوچھو کیوں؟ جی، حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔ مشکلیں آسان ہوتی ہیں۔ بیماروں کو شفا ہوتی ہیں۔ اسی طرح سنی (سن والے) ہیں۔ انہوں نے ”کھوتا قبریں“ بنار کھی ہیں اور ان پر میلے لگاتے ہیں، عرس کرتے ہیں اور کھوتا قبر کی زیارت کو جاتے ہیں۔ اور ان سے منتین مانگتے ہیں۔ سنو! قرآن چھوڑو گے تو پھر گدھوں اور گھوڑوں کی پرستش کرنا پڑے گی؟ جلا سوچو گدھا اور حاجت رو؟ گھوڑا اور شافی الامر ارض؟

نبوت کبی نہیں وہی ہوتی ہے اور یہ صرف خداوند عالم کا انتخاب ہے جسے چاہا سرفراز فرمادیا۔ جب بشریت کی انتہا ہو جاتی ہے۔ قول میں، فعل میں، امانت، دیانت، شرافت میں، پاک دامنی میں انتہا ہو جائے یہی وہ مقام ہے جب انسان انسان کو خلیفہ بنا دیتا ہے۔ اور اسے نبوت کے مرتبہ پر فائز کیا جاتا ہے۔ مگر انسان کی محنت و ریاضت کا اس میں کوئی بھی دخل نہیں۔ صرف اور صرف اللہ کا انتخاب ہے۔

لَا اَللّٰهُ اِلَّا اللّٰہُ صَرْفُ اِیکِ کلمہ ہی نہیں بلکہ پورا اضافہ حیات ہے اس ایک کلمہ کی ادائیگی سے انسان اپنے پہلے مذہب، رسم و رواج، تہذیب و تمدن، برادری اور قوم سے کٹ کر ایک نئے دین اور نئی قوم میں داخل ہو جاتا ہے اور نئے دین (اسلام) کے تمام قوانین اس کے احکام اور تہذیب و تمدن کی پیروی اختیار کرنا پڑتی ہے ہماری بد قسمتی یہ ہے کہ مسجدوں اور گھروں کے کونوں میں بیٹھ کر لَا اَللّٰهُ اِلَّا اللّٰہُ کی خربیں لگانے والے تو بہت ہیں مگر اس کلمہ توحید کا صحیح مفہوم سمجھنے والے بہت کم ہیں۔ خدا کی قسم جب تک لَا اَللّٰهُ اِلَّا اللّٰہُ کا صحیح مفہوم اور منشاء نہیں سمجھو گے۔ نجات نہیں پاؤ گے۔

سب سے پہلے قوم نوح علیہ السلام نے مشرکانہ عقائد انہ اور اعمال اختیار کئے۔ شر کصرف سونے، چاندی، پتھر یا مٹی کے بتوں سے نہیں اولیاء و صالحین کی قبر پرستی سے پھیلا۔

تصویر اقامت دین

نئی اپروج کی ضرورت

ڈاکٹر محمد امین

عصر حاضر میں اقامت دین کے دو بڑے تصویر پائے جاتے ہیں۔ ایک وہ جو مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے پیش کیا اور جس میں وہ اسلامی ریاست اور اقتدار کو اسلامی مقاصد کے لیے استعمال کرنے پر زور دیتے ہیں اور دوسرے مولانا حیدر الدین خاں صاحب کا نقطہ نظر جس میں وہ ریاستی کردار کی مرکوزیت کو رد کر کے فرد کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہیں۔ ان دونوں نقطوں پر نظر کی شرعی بنیاد تو موجود ہے لیکن محسوس ہوتا ہے کہ دونوں فریق کسی حد تک مبالغہ اور افراط و تفریط کا شکار ہو گئے ہیں اور عمل (Thesis) اور رد عمل (Anti-Thesis) کے بعداب و حدت عمل (Synthesis) کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اس ضمن میں کچھ گزارشات اہل علم کی خدمت میں غورو فکر کے لیے پیش کرنا پاچاہتے ہیں:

۱۔ اقامت دین کوئی اختلافی مسئلہ نہیں:

ہمارے نزدیک اقامت دین نہ تو کوئی دینی اصطلاح ہے اور نہ یہ کوئی مختلف فیہ مسئلہ ہے۔ اصطلاح سے مراد ہے کسی لفظ (یا الفاظ) کا لغوی معنی سے ہٹ کر مخصوص مفہوم میں استعمال جیسے صلوٰۃ، زکوٰۃ، جہاد۔۔۔ وغیرہ۔ اقیبو الصلوٰۃ اور اقیبو الزکوٰۃ کی طرح اقیبو الدین کے الفاظ بھی قرآن حکیم میں استعمال ہوئے ہیں جن کا مطلب متعلقہ امر کا قائم ہے جس کی بنیادی اور معروف ترین شکل اس پر عمل کرنا ہے، مع اس کے لوازم اور متعلقات کے۔ یعنی نماز قائم کرو، سے مراد ہے نماز ادا کرو اور اس کے لوازمات میں کپڑوں کا پاک ہونا، وضو کا اہتمام، وقت پر نماز ادا کرنا، نماز باجماعت کے لیے مساجد کی تعمیر اور امام کا تعین۔۔۔ وغیرہ سب شامل ہیں۔ اسی طرح دین قائم کرنے سے مراد ہے، انفرادی اور اجتماعی زندگی کے سارے شعبوں میں دینی تعلیمات پر عمل کرنا۔ ظاہر ہے مسلمانوں میں اس امر پر کوئی اختلاف موجود نہیں ہے (اور نہ ہو سکتا ہے) کہ انہیں زندگی کے سارے امور میں دینی تعلیمات پر عمل کرنا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں علماء و فقہاء کے ہاں اس

طرح کی کوئی بحث نہیں ملتی کہ اقامت دین فرض و واجب ہے یا مستحب و مباح ہے کیونکہ انفرادی اور اجتماعی زندگی کے سارے شعبوں میں اسلامی تعلیمات پر عمل ایمان کا لازمی، منطقی اور فطری تقاضا ہے۔

۲۔ موحد اپروچ (Holistic Approach) کی ضرورت

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اسلامی تعلیمات پر عمل کرنا چاہیے اور اسی میں ان کی آخرت اور دنیا کی کامیابی ہے تو ہمیں یہ ذہن میں رکھنا چاہیے کہ انفرادی زندگی کے بعد اجتماعی زندگی کے دو مرحلے ہوتے ہیں ایک معاشرہ اور دوسرے ریاست و حکومت۔ جو چیز مسلمانوں سے درکار ہے وہ یہ ہے کہ وہ بیک وقت ان تینوں سطحوں پر اسلامی تعلیمات پر عمل کریں۔ یہ روایہ غلط ہو گا کہ کسی ایک سطح پر تو عمل کیا جائے لیکن دوسری سے صرف نظر کر لیا جائے یا اسے اہمیت نہ دی جائے۔ اس میں کوئی نشک نہیں کہ انفرادی زندگی میں ایمان لانا اور ایمان کے تقاضوں پر عمل کرنا اہم تر ہے کہ معاشرہ اور ریاست افراد کے ملنے ہی سے بنتے ہیں اور انسان کو آخرت میں اللہ کے ہاں جواب دیں انفرادی حیثیت ہی میں کرنی ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کسی ایک فرد کے لیے دین پر کماحتہ عمل کرنا آسان اور شاید ممکن ہی نہیں جب تک معاشرے اور ریاست کی قوت اس کے ساتھ نہ ہو کیونکہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے مدنی الطبع پیدا کیا ہے اور وہ اکیلا زندگی بسر کر رہی نہیں سکتا، لہذا اجتماعی زندگی کو اسلامی تقاضوں کے مطابق ڈھالنا ضروری اور ناگزیر ہے۔ اور یہ صرف حیاتیاتی اور معاشرتی تقاضا ہی نہیں حکم شرعی بھی ہے اور قرآن و سنت اجتماعی زندگی سے متعلق احکام سے بھرے پڑے ہیں بلکہ شریعت نام ہی اس بدایت اور طرزِ عمل کا ہے جس کے مطابق مسلمانوں کو اس دنیا میں انفرادی اور اجتماعی زندگی گزارنا ہے۔

اور اس کے بر عکس بھی صحیح ہے یعنی اجتماعی زندگی کو شریعت کے مطابق گزارنے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا جب تک فرد اپنی ذاتی زندگی پورے شعور اور رغبت کے ساتھ اسلامی تقاضوں کے مطابق نہ گزارے یا نہ گزارنا چاہے۔ پس یہ کہنا کہ اقامت دین کے لیے صرف اسلامی ریاست کا قیام کافی ہے، ایک ناقص بات ہے اور یہ کہنا کہ اصل چیز تو تعمیر فرد ہے اور اسلامی ریاست کے قیام پر اصرار غیر ضروری ہے، بھی ایک ناقص بات ہے

جبکہ صحیح اور متوازن موقف یہ ہے کہ اسلام، زندگی گزارنے کی ایک موحد سکیم (Holistic Approach) دیتا ہے جس کے کسی ایک جزو پر عمل دوسرے کی قیمت پر نہیں ہونا چاہیے اور نہ ایک سطح پر عمل دوسرے کا نقیض ہوتا ہے بلکہ سب پر یہی وقت عمل درکار ہے، اگرچہ اس کی فطری اور منطقی ترتیب یہی ہے کہ پہلے فرد، پھر معاشرہ اور پھر ریاست۔

۳۔ معاشرے کے کردار کا فقدان (The missing link of social change)

اس وقت عملاً کیفیت یہ ہے کہ مسلمانوں میں تعمیر فرد کے لیے جو کوششیں ہو رہی ہیں ان کا اسلوب ایسا ہے کہ وہ معاشرے اور ریاست پر اثر انداز نہیں ہو رہیں اور ظاہر ہے یہ ایک بنیادی اور بہت بڑا نقص ہے مثلاً تبلیغی جماعت ہو، اکثر دینی مدارس کا کردار ہو یا مولانا و حید الدین خان جیسے لوگوں کی دعویٰ سرگرمیاں ہوں یہ فرد کی اس طرح تعمیر کر رہی ہیں کہ معاشرہ اور ریاست ان سے متاثر نہیں ہو رہے اور ان کی اصلاح نہیں ہو رہی جس کے نتیجے میں فرد کو معاشرے اور ریاست کی طرف سے ایسی مدد نہیں مل رہی کہ وہ اسلامی تعلیمات پر عمل کر سکے بلکہ اس کے لئے ہو رہا ہے کہ فرد تو اسلامی تعلیمات پر عمل کرنا چاہتا ہے لیکن معاشرہ اور ریاست اس میں مزاحم ہیں۔

اور دوسری طرف ریاست و اقتدار کے ذریعے نفاذ اسلام کی خواہش رکھنے والوں اور کوششیں کرنے والوں کی جدوجہد کا اسلوب ایسا ہے کہ اس سے فرد کی تعمیر کا کام نہیں ہو رہا اور وہ تعمیر فرد کے کام کی طرف زیادہ توجہ نہیں دے پا رہے اور ہماری بد قسمتی یہ کہ ریاست و اقتدار کی قوت کو اسلامی تعلیمات پر عمل کے لیے استعمال کرنے میں بھی انہیں زیادہ کامیابی نہیں ملی جس کا سبب مزاحم قوتیں بھی ہیں اور جدوجہد کرنے والوں کی غیر موثر پالیسیاں بھی۔

یہاں ہم فریق اول سے یہ کہیں گے کہ ان کی تعمیر فرد کی کوششیں قبل تحسین ہیں لیکن انہیں اجتماعی زندگی کی اصلاح کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے اور فریق ثانی سے یہ کہیں گے کہ ان کی ریاست و اقتدار کی اصلاح کی کوششیں قبل تحریف ہیں لیکن انہیں اسلامی تناظر میں فرد کی تعمیر شخصیت کے لیے بھی بھرپور کردار ادا کرنا

چاہیے۔ لیکن جوبات ہم زور دے کر کہنا چاہتے ہیں وہ یہ کہ دونوں فریق معاشرے کے اہم کردار سے صرف نظر نہ کریں۔

دیکھیے! ہم آپ کو اپنے اسلاف کی مثال دیتے ہیں۔ سیدنا عبد اللہ بن زبیر اور سیدنا حسین بن علی جیسے بڑے لوگ جب اپنی جان دے کر بھی اسلامی ریاست میں در آنے والی خرابی کو نہ روک سکے تو امت کے علماء و صلحاء نے کیا کیا؟ کیا انہوں نے اجتماعی زندگی کی اصلاح سے توبہ کری اور گھروں میں دبک کر بیٹھ گئے؟ نہیں، انہوں نے ریاست و اقتدار کا ماحاذ چھوڑ کر معاشرے کے مخالف پر کام کرنا شروع کر دیا اور ایسا عظیم الشان کام کیا کہ تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے اور ان کی بھی جدوجہد اگلے ایک ہزار سال تک مسلم معاشرے کو دنیا میں غالب و برتر کرنے کا سبب بنی۔ انہوں نے عوام کی مدد سے معاشرے کی سطح پر یہ کام کیا کہ نظام تعلیم اور قانون سازی کا کام اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اس میں اتنے کامیاب رہے کہ حکومتوں کو بھی ان کے ساتھ تعاون کے سوا چارہ نہ رہا اور نہ کبھی وہ یہ بنیادی ترین شعبے ان سے واپس لے سکے جب تک کہ امت کو زوال نہ آلیا۔ اسی طرح امت کے صلحاء نے لوگوں کی ایمانی، اخلاقی اور عملی اصلاح کے لیے تصوف کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا اور سارے عالم اسلام کے قریے میں اس کی شاخیں کھول دیں اور کروڑوں افراد کی زندگیوں کو بدل کر انہیں اسلامی تعلیمات پر عمل کے قابل بنادیا۔ اسی طرح علماء، صلحاء اور تجارتے دعوت دین اور اشتاعت اسلام کا کام اپنے ہاتھ میں لے لیا اور کروڑوں غیر مسلموں اور کئی خطوں اور ملکوں کو اسلام کے نور سے منور کر دیا۔

حکمت عملی کی تبدیلی

اسلاف کی یہ چند مثالیں ظاہر بلکہ ثابت کرتی ہیں کہ ریاستی قوت کے بغیر بھی اقامت دین کا کام کامیابی سے کیا جاسکتا ہے بلکہ ریاستی مراحمت کے باوجود بھی کیا جاسکتا ہے جیسا کہ حضرت شیخ احمد سرہندی (مجدداً الف ثانی) نے کر کے دکھادیا۔ لہذا ہم اقامت دین کے ان داعیوں سے جو ریاست و اقتدار کے ذریعے اسلامی نظام حیات مسلم معاشرے میں نافذ کرنا چاہتے تھے یہ گزارش کرتے ہیں کہ وہ معاشرے کی سطح پر کام کرنے کی حکمت عملی اپنائیں۔ اور ان لوگوں سے یہ کہتے ہیں جو تعمیر فرد کے لیے دعویٰ، تبلیغ اور تدریسی سرگرمیوں میں

مصروف ہیں صرف نماز، روزہ اور داڑھی ہی دین نہیں، صرف فرد کی ذاتی زندگی میں دین آجانا ہی مطلوب نہیں بلکہ ہماری اجتماعی زندگی میں بھی اسلام آنا چاہیے۔ معاشرے اور ریاست کو بھی اسلامی تقاضوں کے مطابق بدلنا ضروری ہے تاکہ وہ فرد کو اسلام کے مطابق چلنے میں مدد دیں۔

ہم سمجھتے ہیں کہ اگر یہ دونوں فریق ہماری اس استدعا پر غور فرمائیں اور اپنے طریق کار اور حکمت عملی پر نظر ثانی فرمائیں اور خصوصاً معاشرے میں تبدیلی لانے اور معاشرے کے ذریعے تبدیلی لانے کو اپنے لائجہ عمل کا حصہ بنالیں تو ہم سمجھتے ہیں کہ مسلم معاشرے کو زوال سے نکلنے میں بہت مدد ملے گی، فرد کو دنیا اور آخرت میں کامیابی کے لیے پیش قدمی کا حوصلہ ملے گا اور معاشرے اور ریاست میں وہ تبدیلی بتدریج آجائے گی جس کا خواب ہر مسلمان دیکھتا ہے۔

اقوال زریں

☆ علماء کرام کا کام غور و فکر کرتا ہے۔ جاہلوں کا کام صرف سنی سنائی بات کا بیان کرتا ہے۔

☆ علم کا کمال یہ ہے کہ پڑھتے پڑھتے اس مقام پر پہنچ جاؤ کہ بالآخر تمہیں یہ کہنا پڑے کہ کچھ بھی نہیں جانتے۔

☆ جو شخص خدا کی عبادت دینیوی اغراض کے لئے کرتا ہے وہ اپنی پرستش کرتا ہے خدا کی نہیں۔

☆ انسان کے پاس عقل اور علم بھی کسی چیز کو جاننے اور اس کی معرفت حاصل کرنے کے ذرائع ہیں۔

☆ کھلی عداوت بہتر ہے منافقانہ موافقت سے۔

میڈیا کی آزادی فوائد و نقصانات

ڈاکٹر دوست محدث خان

اکیسویں صدی میں میڈیا کی اہمیت، طاقت اور آزادی سے ہر پڑھا لکھا شخص واقف ہے۔ اس لئے دنیا میں آزادی کے حصول کے لیے بہت بڑی قربانیاں دی جاتی رہی ہیں۔ اسلام نے انسانی آزادی اور انسان کے بنیادی حقوق کے تحفظ کے لئے جو تعلیمات اور عملی نمونہ عطا فرمایا ہے، انسانی تاریخ میں دور درستک اس کی مثال نہیں ملتی۔ لیکن اسلام نے ہر معاملے میں ایک ضروری حد تک آزادی عطا کر کے مناسب اور ضروری پابندیاں بھی لگا دی ہیں تاکہ کوئی بھی اپنی حدود سے نکل کر کسی دوسرے شخص کی آزادی کو مجرور نہ کر سکے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انسان کو سمجھانے کے انداز میں فرمایا ”یہ اللہ کی حدود ہیں، ان سے تجاوز نہ کرو“ قرآن کریم میں معاشرتی اصول بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ”جاسوسی نہ کرو“ ”اپنے گھروں کو دروازوں کے ذریعے آؤ“ یعنی دیواروں کو پھلانگ کرنے آؤ“ کسی کے گھر میں تانک جھانک نہ کرو“ یہ اور اس قسم کی دیگر تعلیمات انسان کی پرائیویسی کو محفوظ رکھنے کے لیے دی گئی ہیں۔ ان ہی مقدس تعلیمات کی بنیاد پر آج کے یورپ میں انفرادی آزادی کو ممکن بنادیا گیا ہے لیکن اس کا کیا جائے کہ وہاں اس لبرٹی (Liberty) کو معمود کا درجہ دیا گیا ہے۔ اسلام نے فرد کو آزادی دے کر بھی پابند نہیں ہے کہ کسی کی خانگی زندگی میں نہ توجہ لئنے کی اجازت ہے اور نہ زیر بحث لایا جاسکتا ہے۔ مغرب میں چونکہ بعض معاملات میں حدود کے تعین کا خیال نہیں رکھا جاتا اس لئے بعض اوقات اس کے اثرات ویسی صورت میں سامنے آتے ہیں جو انسانی معاشرے کیلئے مضر ثابت ہوتے ہیں۔

ایم ایم اے کے دورِ حکومت میں اسلامی اقدار کے خلاف اشتہاری سائن بورڈوں کو جس انداز میں ہٹانے کی مہم چلائی گئی وہ بعض نظر وں میں جیسی بھی تھی لیکن اب ایک بار پھر عورت کو جس انداز میں اشتہار کی آڑ میں مشتہر کیا جا رہا ہے وہ کسی بھی مسلمان ملک کے شایان شان نہیں۔ یہ کسی مسلمان کا کام نہیں ہو سکتا کہ

عورت کو یہودیوں کی طرح پسیے کمانے کے لئے استعمال کرے۔ ہمارے ہاں خواتین کے حقوق کے حوالے سے این جی اوز چھوٹی چھوٹی باتوں (Non Issues) کو بڑی بات (Issue) بنانے میں کمال مہارت رکھنے والے، کبھی اس بارے میں نہیں سوچتے کہ ان مادر پدر آزاد اشہاروں کے ذریعے خواتین کے حقوق آبرو و عصمت کی کس طرح دھیاں اڑائی جاتی ہیں۔

اب خیر سے ہماری پچھلی حکومت کا ایک خاص تحفہ ہندوستانی اداکاروں اور اداروں کا پاکستان کے اشہاروں میں اپنی پوری ”آن بان“ سے جلوہ گر ہونا ہے جونہ صرف ہماری اسلامی اقدار کے خلاف ہے بلکہ قوی اور ملی نظریات کے بھی خلاف ہے۔ اللہ اخدر! اس ملک کو جو اسلامی اقدار کے تحفظ اور ترویج کے لیے قائم کیا گیا تھا، بے حیائی کے اس لہر سے بچا کر رکھئے ورنہ یاد رکھیں کہ جہاں جہاں بے حیائی عام ہو جاتی ہے وہاں عذاب الہی کا آنا لازم و ملزوم ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پاکستان کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ آمين۔

ادائے قرض کی دُعا

اللَّهُمَّ أَكْفِنِي بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَأَغْنِنِنِي
بِقَضْيَكَ عَمَّا سَوَّاكَ.

اے اللہ عز و جل مجھے کفایت دے اپنا حلال رزق دے کر حرام رزق سے بچا اور
مجھے اپنے فضل کے ساتھ اپنے سوا دوسروں سے بے نیاز کر دے۔

کرنے کے چار بڑے کام

انور غازی

جس طرح گلستان اور گلشن میں رہنے والوں کو پھول بوٹوں کے حسن، خوشمنائی اور خوشبو کا احساس نہیں ہوتا یا بالکل کم ہوتا ہے، اسی طرح اسلامی جمہوریہ پاکستان میں رہائش پذیروں کو بھی پاک وطن کی اچھائیوں، خوشگوار فضاؤں، اس کے اسلامی اور آزاد ماحدوں کے اثرات کا کماحتہ اور اک نہیں ہوتا ہے۔ یہاں پر جتنی آزادی، بے فکری، راحت و سکون اور اسلامی طور طریقے سے زندگی گزارنے کا لطف اور مزہ ہے، اس کا پتہ اس وقت چلتا ہے جب دیار غیر میں اجنبی کی سی اور بیسیوں پابندیوں میں جکڑی ہوئی زندگی گزار رہے ہوں۔ اس کا احساس ہمیں پروفیسر صاحب سے مل کر ہوا۔ ملاقات میں جن مختلف امور پر تبادلہ تجھیاں ہوا، ان میں ایک یہ بھی تھا کہ کس ملک میں کتنی آزادی ہے؟

اصول، ضابطے، قانون، طریقہ کار، روانج اور دستور یہی چلا آ رہا ہے کہ کسی بھی ملک، شہر، ادارہ، گھر۔۔۔ وغیرہ کو بنانا بڑوں کا کام ہوتا ہے، لیکن اس کی حفاظت اور دیکھ بھال کرنا ان کے بعد آنے والی نسلوں کا ہوتا ہے۔ پاکستان ہمارے آباؤ اجداد نے خون کی قربانیاں دے کر حاصل کیا تھا۔ پاکستان کی خاطر لاکھوں مسلمانوں کو چنانی کے چندوں پر لٹکایا گیا تھا۔ 1857ء کی جنگ میں جو کچھ ہوا وہ تاریخ دھرا نے کی ضرورت نہیں، بس اتنا یاد رکھیں کہ اس کے بعد مسلمانوں پر جو ظلم و ستم ڈھانے لگے وہ پڑھ اور سن کر رو گئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ہمارے بڑوں نے اپنا ہودے کرو طن حاصل کیا۔ ہمارے باپ دادا نے 1965ء اور 1971ء میں دشمنوں کے ٹینکوں تک اپنی جانیں دے کر پاکستان بچایا۔ ہمارے اکابر علماء اور مشائخ نے بڑی محنت سے 1971ء کا آئین اسلامی بنوایا۔ تمام مکاتب فکر کے اکابر علماء نے اس کی تیاری میں کردار ادا کیا تھا۔ نائن ایلوں کے بعد استعماری طاقتوں نے نام نہاد دہشت گردی کی آڑ میں اسلام، عالم اسلام، مسلمانوں اور خاص کر پاکستان کو ہدف

بنایا ہوا ہے۔ پاکستان کو خاص طور پر تاریخ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ 58 مسلم ممالک میں پاکستان کو دوسرا ایسی خصوصیات حاصل ہیں جو کسی اور کو نہیں۔ پاکستان واحد ایٹھی طاقت مسلمان ملک ہے۔ پاک فوج اور آئی ایس آئی نے پوری دنیا میں اپنا لواہا منوایا ہے۔ پاکستان نے ایک عالمی سپر پاور کی تھکست و ریخت میں مرکزی کردار ادا کیا ہے۔ پاکستان کا دستور اسلامی ہے۔ پاکستان کا جغرافیائی محل و قوع انتہائی اہم ہے۔ تقریر، تحریر اور مذہبی آزادی جتنی پاکستان میں ہے اتنی کسی اور ملک میں نہیں ہے۔

سامراجی قوتوں کا خیال ہے جب تک پاکستان، اس کے آئین میں اسلامی دفعات، اس کے علماء کو کمزور نہیں کر دیا جاتا اس وقت تک دہشت گردی کے مسائل جوں کے توں ہی رہیں گے۔ چنانچہ 2001ء کے بعد تینوں محاذوں پر مختلف جہتوں سے کام شروع ہوا۔ پاکستان کو دہشت گردی کا اڈا کہا گیا۔ پاکستان کے ایٹھی پروگرام کے خلاف پروگریڈ آ کیا گیا کہ ایٹھی ہتھیاروں کا دہشت گردی کے ہاتھوں لگ جانے کا خطرہ ہے۔ پاک فوج اور مذہبی لوگوں کو بدنام کیا گیا۔ پاکستان کے آئین میں اسلامی مشقوں کو ظالمانہ کہا گیا۔ خصوصاً تعزیرات اور حدود کو حقوقی نسواں کے منافی قرار دیا گیا۔ اس وقت کے حکمران پرویز مشرف کے ذریعے حدود آڑپیش سے لے کر نصاب تعلیم میں تبدیلی تک کو منظور کروایا گیا۔ اس کے بعد سے مغربی این جی اوز اور امریکی ایجنسیوں کے ذریعے پاکستان کے اسلامی شخص کو ختم کروانے کی بھروسہ پور کوششیں ہو رہی ہیں۔

اس وقت اگر علماء، اہل و دانش اور محب و طعن و اسلام لوگوں نے یہ 4 کام نہ کیے تو 25 سال بعد ہمارا ایمان تک خطرے میں پڑ جانے کا قوی امکان ہے۔ بدی کی قوتیں پاکستان کے آئین میں موجود اسلامی مشقوں سے لے کر دینی مدارس تک کو ختم کروانا چاہتی ہیں۔ اسی طرح علماء اور ائمہ مساجد کو رسوایکر کے عوام کے دلوں میں ان کی نفرت بھانا چاہتے ہیں۔ دور اندیشوں اور اہل نظر و فکر کا کہنا ہے کہ ہمارے لیے کم از کم پاکستان کا موجودہ اسلامی شخص برقرار رکھنے کے لیے کچھ لانگ اور کچھ شارت ٹرم کام ناگزیر ہو چکے ہیں۔ یہ وہ کام ہیں جن پر نہ صرف سنجیدگی سے غور و فکر کی ضرورت ہے بلکہ فوری طور پر اقدام بھی اٹھایا جانا چاہیے۔

پہلی بات اور پہلا کام ”ادارہ سازی“ کا ہے۔ وفاق المدارس اور ملک بھر کے اہل علم و دانش اور جید

علمائے کرام کو چاہیے کہ وہ دین اور شعائرِ اسلام کے تحفظ کے لیے ادارے بنائیں۔ جب ادارے قائم ہو جاتے ہیں تو پھر وہ کام مستقل بینا دوں پر ہونے لگتا ہے۔ شخصیات چلے جانے سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔ اگر ادارے نہ ہوں تو شخصیات کے اٹھ جانے سے وہ کام رک جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اقوام متعدد سے لے کر ”نظریہ پاکستان ٹرست“ تک ادارے ہیں جو کام کر رہے ہیں۔ علمائے کرام کو چاہیے کہ اس وقت جتنا دین، جتنا اسلامی شخص اور جتنے اسلامی قوانین پاکستان میں موجود ہیں، وہ کم از کم اسی طرح برقرار رہیں تو پھر ایسے اداروں کا قیام وجود میں لانا ہو گا جو اس کام کا پیرا اٹھائیں۔

دوسریا ہم کام ”افراد سازی“ کا ہے۔ ہماری معلومات کے مطابق اس وقت بھی حکومت پاکستان کے پاس 15 ایسی سیٹیں خالی پڑی ہیں جن پر جید اور اپنے فن کے ماہر ترین علمائے کرام کی ضرورت ہے۔ مطلوبہ استعداد اور اس کرائیٹریا کے افراد نہیں مل رہے جو ان سیٹیوں پر بیٹھ کر کام سرانجام دے سکیں۔ ذرائع ابلاغ خصوصاً الیکٹریکس میڈیا پر اسلام کی صحیح تشریع کرنے والا کوئی مبلغ نہیں مل رہا۔ مختلف چینلوں کے اینکر پر سنر پوچھ پوچھ کر اور تلاش کر کر کے تھک جاتے ہیں، لیکن جب انہیں کوئی صحیح اور درست راہنمائی کرنے والا نہیں ملتا تو پھر جو بھی ایرا غیر انتحیر امیسر آجائے تو اسے بلا لیتے ہیں۔ وہ اسلام کی ایسی ایسی تشریحات پیش کرتا ہے اور ایسی ایسی مباحثت چھیڑ دیتا ہے کہ سننے والے سمجھنے لگتے ہیں کہ اس دین پر اس وقت عمل کرنا ممکن نہیں ہے۔ سویرے سویرے اٹھ کر کوئی نام نہاد دانشور دین کے کسی مسلمہ مسئلے کو چھیڑ دیتا ہے اور پھر پورے پاکستان کے علماء کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ مجھے ان ان سوالوں کے جوابات چاہیں؟ تو کوئی نہیں جو میڈیا پر آکر ان کے جوابات مل انداز میں دے۔

گزشتہ دنوں پاکستان کے آئین کے بارے میں بحث چل پڑی تھی کہ آیا یہ اسلامی ہے یا غیر اسلامی؟ جس کو سمجھ میں جو کچھ بھی آرہا تھا وہ الاپے چلا جا رہا تھا۔ حضرت مفتی محمد رفع عثمانی صاحب کے علاوہ کسی نے بھی کوئی تسلی بخش جواب نہ دیا۔ مفتی صاحب نے بھی ایک بیان کے ذریعے ہی جواب دیا جبکہ یہ دور تو چیلز ص کا ہے، تاک شوز کا ہے۔ اگر علمائے کرام نے مدارس کے 25 لاکھ طلبہ میں سے صرف 25 کو بھی ایسی تربیت دی ہوتی اور

جدید ترین ذرائع ابلاغ پر تسلی بخش جواب دینے کا طریقہ بتایا اور سلیقہ سکھایا ہوتا تو وہ ایسے مسکت جوابات دیتے کہ مغرب نواز دانشوروں کی بولتیاں بند ہو جاتیں۔

تیسرا ہم کام ”جماعت سازی“ کا ہے ”جدید مسائل اور حالات حاضرہ“ پر راہنمائی کرنے والی کوئی جماعت نہیں ہے۔ ویسے تو تبلیغی جماعت سے لے کر جمیعت علمائے اسلام اور جماعت اسلامی تک بیسیوں جماعتوں ہیں جو اپنے اپنے دائرہ کار میں رہ کر مختلف محاذوں پر کام کر رہی ہیں، لیکن ایسی کوئی جماعت نہیں ہے جو نت نئے اٹھنے والے فتنوں کی سر کوبی کرے اور جدید ترین مسائل اور مباحثت کا تسلی بخش جواب دے۔ جو دنیا بھر کی مختلف زبانوں میں اسلام پر اٹھائے گئے اعتراضات کا تحقیقی جواب دے۔ اس وقت 465 کے قریب ایسے مسئلے اور ایسے موضوعات ہیں جن پر میڈیا میں بحث ہو رہی ہے۔ اسلام اور مسلمان تو پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ کوئی خطہ ایسا نہیں ہے جہاں اسلام اور مسلمان نہ ہوں۔ نو مسلموں کی ایک بہت بڑی تعداد موجود ہے۔ ان سب کی راہنمائی کے لیے ایک ایسی جماعت کی ضرورت ہے جو جدید ترین شیکنا لوگی، مختلف زبانوں اور بھرپور وسائل سے لیس ہو۔

کرنے کا چوہا کام یہ ہے کہ ہر طبقے میں جو پڑھے لکھے و را علی مناصب پر بر اعتمان لوگ ہیں، ان کی ”ذہن سازی“ کی جائے۔ ان کو بتایا اور سمجھایا جائے کہ اسلام پر جو اعتراضات اٹھائے جارہے ہیں، ان کی حقیقت یہ ہے۔ اوپنی پوسٹوں پر بیٹھے لوگوں کی ذہن سازی کر کے ان کو اپنا ہمدرد بنایا جائے۔ جب باطل فرقے اپنے غلط سلط نظریات کو پھیلانے کے لیے یہ حرਬہ استعمال کر رہے ہیں تو اہل حق علماء سچے دین کی اصل شکل اور صحیح تشریع کی ترویج کے لیے یہ کام کیوں نہیں کر رہے؟ ارباب مدارس، وفاق المدارس و راکابر علمائے کرام کو اس بات کا باریک بینی سے جائزہ لینے اور غور و فکر کی ضرورت ہے۔ حالات کے اشارے بتارہ ہے ہیں کہ آنے والا وقت بڑا ہی کٹھن ہو گا۔ ابھی سے باطل سے مقابلے کے لیے ادارہ سازی، افراد سازی، جماعت سازی اور ذہن سازی کیجئے۔

[ضرب مومن ۱۳ اپریل ۲۰۱۲]

محاسبہ نفس

سلیم شاکر

اگر مناسب ترتیب سے محرومی ہو تو انسان کا سب سے بڑا دشمن اس کا اپنا نفس ہے جو اس کے اندر گھسا بیٹھا ہے۔ یہی نفس اسے برائی اور گناہ کی طرف مائل کرتا ہے۔ اسی نفس کے تزکیے اور راہ راست پر رکھنے کا کام انسان کے سپرد ہوا ہے۔ پس اگر آپ اپنے نفس کی خبر نہ لیں تو وہ سرکش ہو جاتا ہے۔ اگر آپ اسے ملامت کرتے رہیں گے تو وہ نفس لو امہ بن جائے گا، اور راہ راست پر لانے کی یہ کوشش جاری رہے تو رفتہ رفتہ نفس مطمئنہ بن جائے گا اور آپ ان بند گان خدا میں شامل ہو جائیں گے جو اللہ سے راضی ہوں اور اللہ ان سے راضی ہو۔ اپنے نفس کا تزکیہ اور محاسبہ صرف وہی کر سکتا ہے جس میں اپنے نقائص کو جاننے، اور اعتراف کرنے کا حوصلہ ہو، اور ساتھ ہی وہ اتنا اصلاح پسند بھی ہو کہ اپنے نقائص کو دور کرنے، اور ان کی جگہ خوبیاں پیدا کرنے کی ترتیب بھی رکھتا ہو۔ ایسے ہی شخص سے موقع کی جاسکتی ہے، کہ وہ اپنے آپ کو برائیوں سے پاک کرنے کی جدوجہد کرے۔ انسان کا برائی کی طرف مائل ہونے میں سب سے بنیادی سبب اس کی غفلت ہے۔ انسان کو جب ضروریات زندگی باسانی اور کثرت سے مل رہی ہوں تو وہ آہستہ آہستہ دنیا میں کھو جاتا ہے اور دین سے غفلت برتنے لگتا ہے اور دنیا کی ہوس کا شکار ہو جاتا ہے۔ اسی غفلت کے نتیجے میں وہ یہ بات بھول جاتا ہے کہ وہ کس مقصد کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور کیا کر رہا ہے۔ اس غفلت سے انسان کو بیدار کرنے کے لیے انسانی ضمیر کو جھنجورنا گزیر ہے۔

انسانی زندگی میں اخلاق کی اہمیت بھی اسی وجہ سے ہے کہ انسان اخلاق کے پیمانے پر اپنے آپ کو پر کسکے، اچھے اخلاق اپنالے اور برے اخلاق سے احتساب کرے۔ انسان اخلاق کے بل بوتے پر دوسروں کے دلوں پر حکومت کیا کرتا ہے۔ اخلاق سے دشمن، دوست بن جاتا ہے۔ اخلاق ہی وہ شے ہے جس سے پتھر دل موم ہو

جایا کرتے ہیں۔ اخلاق ایک دوسرے کے اندر انس و محبت پیدا کرتا ہے۔ اخلاق سے انقلاب آ جاتا ہے۔ اخلاق سے بڑی بڑی جنگیں سر کر لی جاتی ہیں۔ جس انسان میں اخلاق جیسی کوئی صفت نہ ہو تو وہ اکھڑ مزاج، بد تیز اور کھر در اکھلاتا ہے۔ اس کے رویے سے زندگی تلخ ہو جاتی ہے، تعلقات کشیدہ ہو جاتے ہیں۔ انسان تو انسان حیوان بھی خوف کھانے لگتے ہیں، لہذا ہمیں اپنے اخلاق کا جائزہ لیتے رہنا چاہیے تاکہ بد اخلاقی سے گریز کر سکیں اور لوگوں کی نظر وں سے گرنے سے بچے رہیں۔

بعض لوگوں کی خود پسندی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ اپنے طرزِ عمل پر کسی کے ذریسے جائز اعتراض کو بھی اپنی عزتِ نفس پر حملہ خیال کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک عزتِ نفس اور غیرت کا مفہوم یہی ہے کہ اینٹ کا جواب پتھر سے دیا جائے۔ ایسے لوگوں کو اگر زندگی میں اپنی کسی غلطی پر معافی مانگنا پڑ جائے تو ان کے لیے یہ مرحلہ موت سے کم نہیں ہوتا۔ وہ اپنے بڑے سے بڑے دینی اور دنیوی نقصان کو گوارا کر لیں گے مگر معافی مانگنے کی ذات کو گوارا نہیں کریں گے۔ اس کے بر عکس کچھ لوگ منکر المزاج ہوتے ہیں۔ اپنے آپ کو غلطیوں سے بالاتر نہیں سمجھتے اور جھوٹی آن پر ایمان نہیں رکھتے۔ یہ لوگ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ یہاں معاف کرا لیتا قیامت میں سزا پالنے سے بدر جہا بہتر ہے۔ ایسے لوگوں سے جب کوئی خطاب ہوتی ہے تو وہ باسانی معافی مانگ لیتے ہیں، اور معافی مانگنے کے بعد کافی راحت محسوس کرتے ہیں۔

نفس کے ساتھ جہاد کرنے کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ نفس سے جہاد کو جہاد اکبر کہا گیا ہے۔ سیدنا ابو بکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ کافروں کے ساتھ جہاد کرنا چھوٹا جہاد ہے مگر نفس کے ساتھ جہاد کرنا بڑا جہاد ہے۔ سیدنا شداد بن اوسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دانا وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور موت کے بعد کے لیے عمل کرے، اور عاجز وہ ہے جو اپنے نفس کی خواہشوں کے پیچے لگا رہے اور اللہ تعالیٰ سے امیدیں باندھے۔

سیدنا علیؓ نے فرمایا کہ جس نے اپنے نفس کا جائزہ لیا وہ نفع میں رہا، اور جس نے غفلت بر تی وہ گھاٹے میں رہا، اور جو اللہ سے ڈرا وہ بے خوف ہو گیا۔ سورہ شمس میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّهَا - وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّهَا۔ (الشمس: ٩١-٩٠)

یقیناً فلاح پا گیا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا اور نامر اور ہوا وہ جس نے اس کو دبادیا۔

سیدنا ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن آدم علیہ السلام کے بیٹے کے پاؤں اس وقت تک سرک نہیں سکتے جب تک کہ اس سے پانچ چیزوں کے بارے میں سوال نہ کر لیا جائے: ۱۔ عمر، کن کاموں میں صرف ہوتی؟ ۲۔ جوانی، کن مشاغل میں گزری؟ ۳۔ مال، کن طریقوں سے کمایا؟ ۴۔ مال، کن مصارف میں خرچ کیا؟ ۵۔ جو علم حاصل کیا تھا، اس پر کہاں تک عمل کیا؟

محاسبہ نفس کے سلسلے میں ایک اہم بات جو پیش نظر رہتی چاہیے، وہ یہ ہے کہ ابتداء میں جب انسان یہ عمل شروع کرتا ہے تو اسے کچھ مایوسی سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ روزانہ اپنا محاسبہ کرتے ہوئے اسے بھی احساس ہوتا ہے کہ وہ تو اپنی ذرا سی بھی اصلاح نہیں کر سکا۔ اس سے دل برداشتہ ہونے کے بجائے محاسبہ نفس کے عمل کو صبر سے برابر جاری رکھنا چاہیے اور مایوس ہو کر اسے ترک نہیں کرنا چاہیے۔

محاسبہ نفس کے حوالے سے چند اہم تقاضوں کا ذیل میں تذکرہ کیا جا رہا ہے:

کسر اور خود پسندی: انسان کا بدترین عیب کبر و غرور اور خود پسندی ہے جو ایک سر اسر شیطانی فعل ہے۔ جو شخص یا گروہ اس بیماری میں مبتلا ہو، وہ اللہ کی تائید سے محروم ہو جاتا ہے۔ کبر یا تکبر اور صرف اللہ ہی کی ذات کے لیے مخصوص ہے۔ نفس کی ایک ذرا سی ڈھیل اور شیطان کی ایک ذرا سی اکساہٹ اسے تکبر اور خود پسندی میں تبدیل کر دیتی ہے۔

تنگ دلی: مزاج کی بے اعتدالی سے ملتی جلتی ایک اور کمزوری تنگ دلی ہے، جسے قرآن پاک میں شعف سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس میں انسان خود جتنا بھی پھیلتا چلا جائے، اسے اپنی جگہ تنگ ہی نظر آتی ہے اور دوسرے جس قدر سکڑ جائیں، اسے محسوس ہوتا ہے کہ وہ چھیلے ہوئے ہیں۔ اپنے لیے ہر رعایت چاہتا ہے مگر دوسروں کے ساتھ کوئی رعایت نہیں بر تتا۔ یہ رویہ ان صفات سے بالکل بر عکس ہے جو اسلامی زندگی کے قیام کی جدوجہد کے لیے مطلوب ہیں۔

غصے اور استعمال انگیزی: کچھ لوگ غصے میں آکر بے قابو ہو جاتے ہیں اور استعمال میں آکر ایسی حرکت کر بیٹھتے ہیں جس پر انہیں بعد میں پچھانا پڑتا ہے۔ غصے کی وجہ سے جھڑا اور فساد برپا ہو جاتا ہے۔ نصیحت کی گئی ہے کہ انسان کو جب کسی معاملے کا فیصلہ کرنا ہو تو وہ اس بات کا یقین کر لے کہ وہ غصے کی حالت میں نہ ہو۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”طاقت ورث شخص وہ نہیں ہے جو کشتی میں دوسرے کو پچھاڑ دے، بلکہ طاقت ور توار ختنیت وہ ہے جو غصے کے موقع پر اپنے اوپر قابو پالے۔“

گویا غصے میں آکر کوئی ایسی حرکت نہیں کرنی چاہیے جو اللہ اور اس کے رسول گوناپنند ہو۔

وقت کی قدر: عموماً لوگ وقت کی قدر کرنا نہیں جانتے۔ انہیں یہ معلوم نہیں کہ انسان کے ہاتھ میں اصلی دولت وقت ہی ہے۔ جس نے وقت کو ضائع کیا، اس نے سب کچھ ضائع کر دیا۔ وقت ایک گراں قدر دولت ہے۔ اس کی مثال ایک برف فروش کی سی ہے۔ اگر دکان دار نے برف کے پیچلنے سے پہلے اسے فروخت کر دیا تو نفع کمالیا، ورنہ گھائٹے میں رہا۔ اسی طرح ایک ضرب المثل مشہور ہے ”تب پچھائے کیا ہو تاجب چڑیاں چک گئیں کھیت“۔ اسی لیے انسان کو چاہیے کہ وہ وقت کا صحیح استعمال کرے اور غفلت سے دور رہے۔

دینی مسائل

مولانا مفتی محمد ایاز

مولانا مفتی ضیاء الحق

غیر مسلم کے ساتھ کھانا کھانا

سوال: کیا مسلمان ایک غیر مذہب کے ساتھ کھانا کھاسکتا ہے؟

جواب: غیر مذہب اور غیر مسلم کا کھانا اگر پاک اور حلال ہو اور برتن بھی پاک پاکیزہ ہوں تو اس کے ساتھ کھانے میں کوئی حرج نہیں مگر غیر مسلم سے دوستی اور ان کے عادات اپنانا جائز نہیں۔

وَلَا يَأْتِي بِطَعَامَ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى كَلَهُ مِنَ الذِّبَاحِ وَغَيْرُهَا وَيَسْتَوِي الْجَوَابُ بَيْنَ أَنْ يَكُونَ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى مِنْ أَهْلِ الْحَرْبِ—الخ [عالیٰ گیری: ۵/ ۳۲۷]

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى : يَا يَهُؤُمَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَخَذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءُ تَلَقُونَ الْيَهُمْ
بِالْمُوْدَةِ—الخ [المتحنہ: ۱]

سوال: نماز عصر کے دوران میں نے دوسری رکعت میں ایک طرف سلام پھیر دیا لیکن پھر یہ دم یاد آیا کہ نماز تو چار رکعت کی ہے اور اٹھ کر قیام کیا اور چار رکعت پوری کر دی اب آپ یہ بتائیں کہ میں سجدہ سہو کروں یا نماز دوبارہ پڑھ لوں؟

جواب: جب آپ نے چار رکعت پوری کر دی تو سجدہ سہو کافی ہے بشرطیکہ اپنی جگہ سے نہ ہٹا ہو۔

وَيَسْجُدُ لِلْسَّهُ وَلَوْمَعْ سَلَامَهْ نَأَوِيًّا لِلْقَطْعِ مَا لَمْ يَتَحُولْ عَنِ الْقِبْلَةِ أَوْ يَتَكَلَّمْ لِبْطَلَانْ
التحریم—الخ [رد المحتار: ۱/ ۹۱]

مال باب پ میں سے کس کا حق مقدم

سوال: اگر کسی مسئلے پر میرے مال باب کے درمیان اختلاف ہو تو میں کس کو ترجیح دوں گا؟ مثلاً اگر شادی یا مُنگنی کا معاملہ ہو میں ایک جگہ بتاتی ہے اور باب کی دوسری جگہ رائے ہو؟

جواب: احترام کے لحاظ سے باب کا مرتبہ زیادہ اور خدمت کے لحاظ سے مال کا حق زیادہ ہے۔

ان بر الام مقدم على بر الأب وحق الأب لمقدم في الطاعة و حين المطابعة لرأيه و النفوذ لا مرة و قبول الأب منه۔ [مرقاۃ شرح المشکوۃ ج ۲ ص ۲۵ باب البر و الصلة]
دونوں کو راضی کرنے کی کوشش کی جائے، ممکن نہ ہو تو باب کی رائے جس جگہ پر ہو، اگر وہ دین کے لحاظ سے اچھی ہو تو اس کو ترجیح دی جائے۔

اذا تعذر عليه مراعاة حق الوالدين بأن يستأذن احدهما بمراعاة الاخر رير جع حق الاب فيما يرجع الى التعظيم والا حترام و حق الامر فيما يرجع الى الخدمة والانعام۔

[عالیگیری ج ۵ ص ۳۶۵]

آمین بالر کہی حبائے یا بالحبر

سوال: مفتی صاحب بعض لوگ آمین بالحبر کو ضروری سمجھتے ہیں اور ان کے حق میں درجہ ذیل دلائل پیش کرتے ہیں عکرمه رضی اللہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ امام جب غير المغضوب عليهم والا الصالین کہتا تو لوگوں کے امین کی وجہ سے مسجد گونج جاتی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲/۱۸۷)

عطای بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ بیت اللہ میں جب امام غیر المغضوب عليهم ولا الصالین کہتا تو سب بلند آواز سے آمین کہتے۔

(یقینی: ۹۵/۲: کتاب الثقات لابن حبان اس کی سند امام ابن حبان کی شرط پر صحیح ہے)۔

جواب: آمین کے متعلق حدیثیں دونوں قسم کی ہیں بعض میں بالجھر ہے بعض میں بالسر لیکن اس پر اتفاق ہے کہ آمین بھر آور سر آدونوں طریقوں سے جائز ہے لیکن افضیلت میں اختلاف ہے امام ابو حنفیہ اور امام مالکؓ فرماتے ہیں کہ آمین بالسر کہا جائے یہ افضل ہے۔

عَنْ وَأَئُلِّ ابْنِ حِجْرٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَاٰتَهُ الْحَمْدَ إِذَا قَرأَ وَلَا الصَّالِينَ قَالَ آمِينٌ وَ رَفِعَ بِهَا صَوْتَهُ عَنْ وَأَئُلِّ بْنِ حِجْرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَاٰتَهُ الْحَمْدَ إِذَا قَرأَ غَيْرَ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الصَّالِينَ فَقَالَ آمِينٌ وَ خَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ۔ [ترمذی: ۱/ص ۵۸]

امام احمدؓ فرماتے ہیں کہ آمین بالجھر کہی جائے یہ افضل ہے امام شافعیؓ کے دو اقوال ہیں قول قدیم امام احمدؓ کے موافق ہے قول جدید امام ابو حنفیہ اور امام مالکؓ کے موافق ہے۔

الغرض اس طرح کے مسائل جس میں دونوں طرف دلائل اور نبی کریم ﷺ و صحابہ کرام کا عمل موجود ہو تو اس میں ایک دوسرے پر طعن و تشنیع کرنا جائز نہیں اور نہ ایک فریق کو حق اور دوسرے کو باطل پر کہنا بھی صحیح نہیں۔ جن کے ہاں جو طریقہ بہتر اور افضل ہو اس پر عمل کرتا رہے۔ ہم اپنے امام فقہ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کی تقلید میں آمین بالسر والی روایات کو ترجیح دے کر ان پر عمل کرتے ہیں لیکن دیگر ائمہ کے مقلدین کو برا نہیں کہتے۔

دارالافتاء ”دینی مسائل“ سے سوالات پوچھنے والوں کے لئے ہدایات

- ❖ قارئین سے گزارش ہے کہ سوال پوچھنے کے لئے اپنے سوالات واضح، خوش خط اور تفصیل سے لکھ کر ارسال کریں۔
- ❖ صرف ایسے سوالات کا جواب دیا جائے گا جو قارئین کے لئے مفید ہو۔ فرضی اور فضول قسم کے سوالات کا جواب نہیں دیا جائے گا۔
- ❖ سوالات سمجھنے کے لئے لفافہ پر ”دینی مسائل مجلہ تبلیغ القرآن“ واضح لکھیں۔ بذریعہ ای میل بھی سوالات سمجھیے جاسکتے ہیں۔

❖ سوالات کے جوابات مولانا مفتی محمد ایاز صاحب اور مولانا مفتی ضیاء الحق صاحب دیں گے۔

پتہ: مجلہ تبلیغ القرآن، جامعہ تبلیغ القرآن یوسف آباد دہلہ زاک روڈ پشاور

تعطیلات اور بچوں کی تربیت

ڈاکٹر بشیری تنسیم

آج کے عدیم الفر صت دور میں اگر خوش قسمتی سے فرصت کے کچھ لمحات میسر آ جائیں اور اہل خانہ مل جل کر کچھ وقت گزار سکیں تو بلا شہبہ یہ اللہ کی نعمت سے کم نہیں۔ اسی بات کی اہمیت کے پیش نظر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مصروفیت سے پہلے فرصت کو غیمت جانو (ترمذی)۔ الہذا نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کے مطابق فرصت کو غیمت جانتے ہوئے فرصت کے ان لمحات کو بہترین انداز میں صرف کرنا چاہیے۔ بالخصوص انفرادی اصلاح، گھر کے ماحول کی بہتری اور بچوں کی تربیت اور کردار سازی کے لیے باقاعدہ منصوبہ بناؤ کر ایک مربوط پروگرام ترتیب دینا چاہیے۔

ہمارا حال یہ ہے کہ ہم فرصت کے لمحات کی صحیح معنوں میں قدر نہیں کرتے۔ ملک کے بعض حصوں میں ہر سال گرمیوں کی اور بعض علاقوں میں سردیوں کی طویل چھٹیاں آتی ہیں۔ ان کی آمد جہاں طالب علموں، اساتذہ اور تعلیمی اداروں کے کارکنان کے لیے باعثِ مسرت ہوتی ہے، وہاں گھر کی خواتین کی ذمہ داریوں میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ اس قیمتی وقت کو کماحتہ استعمال نہیں کر سکتیں اور نہ ان دونوں ہی سے فیض یا ب ہو پاتی ہیں۔ چھوٹے بچوں کی ماں کیں اور خصوصاً لڑکوں کے والدین ذہنی و بادشاہی کا شکار رہتے ہیں۔ اس ضمن میں چند عملی نکات پیش ہیں:

پہلا مرحلہ شب و روز کے لیے نظام الاوقات کا تعین ہے۔ نبی کریم ﷺ کے فرمان کے پیش نظر کے صحیح کے وقت میں برکت ہے، اپنے دن کا آغاز نمازِ فجر سے کیجیے۔ نمازِ فجر کے بعد ہی سے دن بھر کی سرگرمیوں کا آغاز کیجیے۔ یہ بہترین اور بابرکت وقت سونے کی نذر نہ کریں۔ عام طور پر تعطیلات کا آغاز ہوتے ہی بچوں کا رات کے وقت جا گناہ اور صحیح دیر سے اٹھنے کا معمول بن جاتا ہے جو کہ نامناسب اور خلافِ فطرت ہے۔ اس میں میدیا کا

کردار بھی نمایاں ہے کہ لوگ رات گئے اسے دیکھنے میں معروف رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے رات آرام و سکون کے لیے اور دن کام کے لیے بنایا ہے۔ اس کے لیے والدین خود عملی نمونہ پیش کریں۔

بچوں کی عمر، تعلیم، مصروفیات کو مد نظر رکھ کر، بچوں سے مشاورت کر کے سونے کے اوقات کا تعین کر لیا جائے اور اس پر کاربنڈ بھی رہا جائے۔ رشتہ دار اور بہنوں بھائیوں کے سامنے اس بات کا اظہار نہ کریں کہ ”لبی چھٹیاں ہو گئی ہیں۔ اب تو ہر وقت پچھے سرپہ سوار رہیں گے۔“ اگر اپنے بچوں کا استقبال ان جملوں سے کریں گی تو آپ کے اور بچوں کے درمیان پہلے دن ہی دوری کا احساس لا شعور میں جا بے گا، اور وہ وقت جو آپ کے حسن استقبال سے بچوں کے دلوں میں بہار لاسکتا تھا ضائع ہو جائے گا۔

بچوں کے ساتھ مل کر ہر ہفتے کا پروگرام ترتیب دیجیے۔ ان کے ذہن اور دلچسپیوں کے مطابق ذمہ داریاں بانٹ دیجیے۔ فون پر گھنٹوں میں معروف رہنا، اگرچہ کوئی صحت مند سرگرمی نہیں، مگر جب آپ کی سب سے ”قیمتی متاع“ اور وہ خزانے“ آپ کے سامنے موجود ہیں، جن کی حفاظت و نگہبانی پر آپ کے مستقبل، یعنی اخروی زندگی کی کامیابی کا دار و مدار ہے تو اس خزانے کو ضائع کیوں کریں؟ جس گھر میں جتنے بچے ہیں، یقین جانیے اتنے ہی حل طلب پرچے موجود ہیں۔ اس وقت ان ”پر بچوں“ میں بہترین گریدھاصل کرنے کا کام دنیا کے سب کاموں سے زیادہ اہم ہے۔

نجیر کی نماز کے لیے اٹھنے پر انعام دیا جاسکتا ہے۔ ایک بھائی یا بہن کی نجیر کے وقت اٹھانے کی ذمہ داری لگائیے اور پھر اس کو تبدیل کرتے رہیے تاکہ سب کو ذمہ داری کا احساس ہو، اور ایک دوسرے کے درمیان مروٹ اور نیکی میں تعاون کا جذبہ پیدا ہو۔ ایک دوسرے کا حافظہ قرآن سن لیں، چاہے دو آیات ہی کیوں نہ ہوں۔ اجتماعی مطالعے کی ایک مختصر نشست بھی ہو سکتی ہے جس میں چند آیات کی مختصر تفسیر، ایک حدیث کا مطالعہ اور لٹریچر سے کچھ انتخاب کیا سکتا ہے۔ عملی رہنمائی کے طور پر روز مرہ دعائیں، نماز اور اس کا ترجمہ، نماز جنازہ، مختصر سورتیں وغیرہ تھوڑا تھوڑا کر کے یاد کی جائیں۔ گھر کے افراد کے ساتھ، آج کے ایجنڈے، پہ بات ہو۔ سب اپنی اہم مصروفیات کے بارے میں دوسروں کو آگاہ کریں۔ اپنے کام کے سلسلے میں ایک دوسرے سے

مشورہ طلب کریں اور تعاون کی پیش کش کریں۔

نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کے پیش نظر کہ جس کا آج اس کے کل سے بہتر نہیں وہ تباہ ہو گیا، گذشتہ کل کا جائزہ بھی لیا جائے کہ اپنے آج کو گذشتہ کل سے کیسے بہتر بنایا جائے۔ اس طرح اپنا جائزہ و احتساب اور مشورہ دینے اور قبول کرنے کی ترتیب بھی ہو گی۔ اگر چند منٹ بھی مل کر بیٹھیں گے تو اس کی برکت کے اثرات جلد محسوس ہونے لگیں گے۔ نمازِ فجر ادا کر کے جلد از جلد سوچانے کی غیر فطری روایات نے انسانی روح کا حسن خارت کر دیا ہے۔ نمازِ فجر کے بعد سونانا گزیر ہو تو بھی دوبارہ اٹھنے کا وقت مقرر کر دیا جائے۔ ایک زندہ قوم اٹھانی ہے تو آج کے والدین زندہ لمحوں کو اپنی زندگی میں جذب کریں۔

چھٹیوں میں سب اہل خانہ ناشتاہ اور دونوں وقت کا کھانا ایک ساتھ کھائیں تو باہمی محبت میں اضافہ ہو گا۔ پچوں اور بچوں کو جس قدر ہو سکے اپنے قریب رکھئے۔ کمپیوٹر ایسی جگہ پر رکھیے جہاں آپ اس پر نظر رکھ سکیں۔ اگر آپ کو کمپیوٹر سے کوئی لگاؤ نہیں تو اس کی تھوڑی بہت مشق کرنی چاہیے۔ جب چھوٹے بچوں میں یہ احساس ہوتا ہے کہ ہم اپنے والدین سے زیادہ کچھ جانتے ہیں تو ایک احساسِ برتری پیدا ہوتا ہے۔ دوسرا اکثر بچے اپنی ماوں کو اندر ہیرے میں رکھتے ہیں کہ ہم کام کر رہے ہیں، حالانکہ وہ جو کچھ کر رہے ہوتے ہیں ماں ان سے خافل ہوتی ہیں۔ کمپیوٹر نے اس دور کے ماں باب پ کو سخت امتحان میں مبتلا کر دیا ہے۔ اکثر ماں باب نے اس آزار اُش و امتحان میں کامیاب نہ ہو سکنے کا اعلان کر کے، جیسے خود کو بری الذمہ قرار دے لیا ہے۔ احساسِ مروت کو کچلنے والے آلات کا مقابلہ خلوصِ نیت، مستحکم ارادے، سچے ایمان اور مناجات کے ذریعے ہی کیا جاسکتا ہے۔ واقعی اگر ہم یہ راز جان لیں کچھ ہاتھ نہیں آتا ہے آہ سحر گاہی اور جب تک آنکھیں آشک بارندہ ہوں تو مناجات بھی بے اثر رہتی ہے۔ فرست کے لمحات کو مخفی ٹیکلی ویژن اور کمپیوٹر کی نذر نہ ہونے دیں۔ بچوں کی صلاحیتوں کو نکھارنے کے لیے ان کو متبادل مصروفیات اور مشاغل دیں۔ بچوں کو ان کی عمر اور ذوق کے لحاظ سے کوئی نیا کام سکھانے کی کوشش بیجیے۔ کاغذ کے کھلونے بنانا، کاغذ پر تصویر بنانا، رنگ بھرنا، سلالی کرنا، کسی ڈیکور یشن پیس کو صاف کرنا۔۔۔ والدؤں کو ساتھ ملا کر گھر کی مرمت طلب اشیا کو ٹھیک کر سکتے ہیں کہ مل کر گھر کے بگڑے کام سنوارنا بھی ایک فن ہے۔ آپ کو یہ کامیابی اسی صورت میں ملے گی، جب آپ اپنی پوری توجہ اور معاونت بپکے کو

مہیا کریں گے۔

اسکول کے ہوم ورک کی مرحلہ وار تقسیم کر کے اپنی نگرانی میں روزانہ تھوڑا تھوڑا کر کے کام کروائیے۔ ٹیشن پڑھانا مجبوری ہو تو بچے کے معاملات پر نظر رکھیں۔

گھر میں لان یا کیاری کی جگہ ہو تو بچے کو کوئی پودا لگانے اور اس کی نگہداشت کرنا سکھائیجئے۔ بچوں کی ضروریات ہی پورا کرنا کافی نہیں ہے بلکہ انہیں وقت اور توجہ کی ضرورت بھی ہوتی ہے۔ اپنی مصروفیات میں اس کے لیے بھی وقت رکھیں۔ یہ بچوں کا حق ہے جو انہیں ملنا چاہیے۔ والدین کی شفقت سے محرومی کے نتیجے میں بچے احساں محرومی کا شکار ہوتے ہیں۔ یہی جذبہ منقی رُخ اختیار کر لے تو بچے غلط صحبت اختیار کر لیتے ہیں اور انتقامی جذبہ سر اخالیتات ہے۔

بچوں کے دوستوں کو گھر بلوائیے اور ان کی عزت سمجھیے، ان کو توجہ دیجیے تاکہ وہ آپ پر اعتماد کریں۔ بچوں کے دوستوں کے گھروں سے بھی تعلقات بہتر رکھیے۔ اگر آپ کے خیال میں ان کے گھر کے ماحول سے آپ مطمئن نہیں تو بچے کو بر ملانہ کہیں۔ حکمت و تدبر سے کام لیجیے تاکہ آپ کے اور بچے کے درمیان اعتماد کے رشته کو ٹھیک نہ پہنچے۔

بچوں میں ذوق مطالعہ کو پروان چڑھانا، اس کی تسلیم کا سامان کرنا ایک اہم فریضہ ہے۔ اچھی اچھی کتب و رسائل پڑھنے کو فراہم کریں۔ بچوں کو کہانی سننا اچھا گلتا ہے۔ دل چسپ انداز میں کہانی سنائیے، بچوں کے ساتھ بیٹھ کر کہانی پڑھیے اور پھر اس پر بات چیت ہو۔ ذوق مطالعہ بڑھانے میں یہ مددگار ہو سکتا ہے۔ کسی اچھی لا بصریری کا تعارف کروائیے اور معیاری کتب منتخب کر کے دیں۔ اس طرح اسلامی لٹریچر اور علم کی ایک وسیع دنیا تک ان کی رسائی ہو جائے گی۔

اچھائی اور برائی کے پہلو کی بچے کی عمر کے مطابق وضاحت کریں۔ بچوں کے ساتھ وہ پروگرام اور کارٹون دیکھے جائیں جو وہ شوق سے دیکھتے ہیں۔ ان کے اچھے اور برے پہلو کو بحیثیت مسلمان اجاگر کیا جائے اور بچوں کو مسلمان ہیر وز کے بارے میں بتایا جائے۔ قرونِ اولیٰ کے بچوں کی ایمانی کیفیت کی اخلاق و کردار کی

کہانیاں سنائی جائیں۔ جن تعلیمی اداروں میں ہم اپنے بچوں کو تعلیم دلارہے ہیں وہاں کے ماحول اور نصابِ تعلیم کے برے اثرات، آپ کو اپنی محنت ہی سے ختم کرنے ہوں گے اگر ختم نہ بھی ہوں تو آثار کم تو کرنا ہی ہیں آپ محنت کے مکلف ہیں۔ دوڑھائی ماہ بچے آپ کے لیے عذابِ جان نہیں بلکہ بچوں کی تربیت کے پیش نظر انھیں توجہ دینا، وقت لگانا ان کا بنیادی حق اور تربیت کا ناگزیر تقاضا ہے۔ یہ آپ کا اخلاقی فریضہ ہی نہیں بلکہ آپ اس کے لیے خدا کے ہاں جواب دہ ہیں۔ آپ راعی ہیں اور اپنی رعیت کی نگہبانی آپ نہیں کریں گے تو اور کون کرے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق آپ اپنی اولاد کو اچھی تعلیم و تربیت کی صورت میں بہترین تحفہ دے سکتے ہیں۔ (مشکوٰۃ)

روزانہ سہی ہفتہ میں چند احادیث بچوں کے ذہن نشین ضرور کرائی جائیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات، محبت کے مظہر یاد کرواتے رہیں تو بہترین نتائج حاصل ہو سکتے ہیں۔ کلامِ اقبال کے مختلف حصے بھی یاد کرا یئے۔ یہ چیز بھی ان کی تربیت پر بڑی خوبی سے اثر انداز ہو گی۔

آج کے بچے کل کے قائد ہیں۔ مستقبل کی قیادت کی تیاری کے پیش نظر گھر کی ذمہ داریوں کو بچوں میں تقسیم کر کے ان کی صلاحیتوں کا امتحان لایا جا سکتا ہے، مثلاً نو عمر (Teen age) بچوں کے ساتھ کبھی یہ تجربہ کر کے دیکھا جائے کہ ایک دن والدین، گھر میں اپنی ذمہ داریاں، اپنی جگہ، اپنے بچوں کو سونپ کر خود، بچے بن جائیں۔ بچوں کو باری باری سے ایک دن کی بادشاہت دے کر ان کے چھپے ہوئے جوہر کو سامنے لایا جا سکتا ہے، اور یہ ایک دل چسپ تجربہ بھی ہو گا۔

نوعمر بچوں کو نج بنا کر گھر میں چھوٹے موٹے خاکے، کھیل کے طور پر پیش کیے جائیں تاکہ ان کو انصاف کرنے، فیصلہ کرنے کی تربیت دی جاسکے۔ بچوں کی لڑائی میں صلح کرانا، ان کی شرارتوں، نادانیوں کی اصلاح کرانے کے لیے ان سے تعاون لایا جا سکتا ہے۔ جب نوعمر بچوں سے ذمہ دار، قابل اعتماد ہستی کے طور پر بر تاؤ کیا جاتا ہے تو ان کی خوابیدہ صلاحیتیں بیدار ہوتی ہیں۔

نوعمر بچوں کو احساس دلانا کہ وہ گھر میں اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کے لیے راعی ہیں، الہذا شفقت و

محبت اور خُلُل و برداشت سے ان کی بہتری کے لیے کوشش رہیں۔ والدین کی نگرانی اور توجہ سے تربیت کا یہ عمل اگر آگے بڑھتا ہے تو ایک اہم پیش رفت ہو گی۔

لڑکوں کو باجماعت نماز کی عادت پختہ کروائیے۔ گھر میں فیملی کے ساتھ بھی کبھی کبھار باجماعت نماز ادا کی جاسکتی ہے۔ اس طرح نو عمر لڑکوں کو امامت کے آداب سکھائے جاسکتے ہیں۔

جمعہ کو ایک روزِ خاص کے طور پر منانा۔۔۔ اہل خانہ کامل کر، سورہ کہف کی تلاوت کرنا، باعث سعادت و برکت ہو گا۔ ہر فرد ایک رکوع کی تلاوت کر کے ثواب میں حصہ دار ہو سکتا ہے۔ جمعہ کی نماز کے لیے سب اہل خانہ تیار ہو کر مسجد میں جائیں تو گھر میں صحیح سے جمعہ کی تیاری، نماز میں شرکت سے عید کا سماں بندھ جائے گا۔ اگر اہتمام سے کسی اچھے مقرر کے خطابِ جمعہ کو سنا جائے تو جمعہ کی تربیتی اہمیت بھی اجاتگر ہو گی اور دین کا فہم اور فکری غذا بھی میر آئے گی، نیزاں کی تسلسل سے ہفتہ وار تربیت کا عمل جاری رہے گا۔

گھر میں یا گھر سے باہر بچوں کے اسلامی نغمے سننا اور اس میں ہم آواز ہونا، آپس میں رفاقت اور محبت کی خوشی کو دوچند کر دے گا۔ اس سے بے تکلفی کاماحول پیدا ہو گا۔ یہ ذہنی دباؤ کو کم کرنے کا ذریعہ بنے گا۔

کبھی کبھار بچوں کے ساتھ ان کی ذہنی سطح پر آکر کھیل میں شریک ہونا، ان کی باتوں میں دل چسبی لینا، اپنے بچوں کے ساتھ کھیل میں مقابلہ کرنا کبھی جیت کر، کبھی بچوں سے ہار کر۔۔۔ دونوں کیفیات میں صحیح طرز عمل کی تلقین سے کھیل ہی کھیل میں بچوں کی جذباتی تربیت کے ساتھ ساتھ کئی رویوں کی رہنمائی ہو گی۔ اگر صحیح یاشام کے وقت بچے باقاعدہ کھیل کے میدان میں جا کر کھیل سکیں تو یہ بہت مفید سرگرمی ہو گی۔

نou عمر بچوں پر اپنے خیالات کو حاوی کرنا۔۔۔ اپنی پسند اور رائے کو زبردستی ٹھونسنما مناسب نہیں۔ دلیل سے بات کو منوایے۔ یہ عمر اپنی صلاحیتوں کا اظہار چاہتی ہے۔ ان سے مشورہ لینا اور خُلُل سے ان کا نقطہ نظر سننا ان کے اعتماد کو بڑھاتا ہے۔ کبھی ان کے مشورے اور رائے کے سامنے اپنی رائے چھوڑ بھی دینی چاہیے۔ بعض اوقات بچوں کے مشورے اور رائے کہیں بہتر ہوتے ہیں۔ ان کی نگاہ وہاں جاتی ہے، جہاں بڑوں کی نگاہ نہیں جاتی۔ بچوں کے ذہن اور عمر کو مد نظر رکھ کر بھی معاملات کو جانچا جائے۔

بچوں کے ساتھ صبح یا شام کو اگر کہیں ممکن ہو تو کسی پارک میں، نہر کے کنارے یا ساحل سمندر پہ پیدل چلنے کی عادت ڈالی جائے۔ فجر کے بعد کھلی فضائیں چھپل قدمی کا لطف اٹھائیے۔ کائنات کے اس وقت کا خوبصورت کے قریب کرنے کا موجب ہو گا۔ بچوں کو کائنات پر غور و فکر کی دعوت دیجیے۔

طولیں چھپیوں میں والدین بچوں کو مختلف ہنر سکھائیں ہیں، مثلاً انوش خلی، مضمون نویسی، تجوید، آرٹ کے کچھ مزید کام اور خواتین سلالی کڑھائی، کپڑوں کی مرمت، مہندی کے ڈیزائن وغیرہ سکھائیں ہیں۔ اپنے تجربات و مشاہدات کو آپس میں زیر بحث لا جایا جاسکتا ہے۔ بچے ہمارا مشترکہ سرمایہ اور ہمارا مستقبل ہیں۔ بحیثیت امت مسلمہ ہماری ذمہ داریاں عام انسانوں سے بڑھ کر ہیں۔ ان کو ادا کرنے کے لیے اجتماعی سوچ اور عمل کی ضرورت ہے۔

بچوں کو ہسپتا لوں میں مریضوں کی عیادت کے لیے لے کر جانا، اللہ تعالیٰ کے شکر کا جذبہ پیدا کرنا، اور دوسروں سے ہمدردی، محبت کا اظہار کرنا سکھانا، اس لیے کہ آج کے دور میں ہر کوئی اپنی دنیا میں ملک ہے۔ ایک گھر کے افراد بھی ایک گھر میں رہتے ہوئے ایک دوسرے سے دور ہیں۔ یہ بیگانگی رشتہوں کے باہم تعلق و تقدس کے لیے سم قاتل ہے۔

حلقة احباب، رشته داروں وغیرہ کے ساتھ مل کر پیکن پر جانا، جہاں حقوق العباد کی اہمیت اجاگر کرنے کا ذریعہ ہے وہاں اسلامی تہذیب کے آداب سکھانے میں بھی مفید ہے۔

بچوں کی تربیت اور سکھانے کے عمل میں ماحول بہت اہمیت کا حامل ہے۔ تزکیہ و تربیت میں دعوت دین اور دعوتی سرگرمیاں بہت اہمیت کی حامل ہیں۔ اگر آپ کے ہاں درس قرآن، دوست احباب کو دعوت دینا، لٹریچر تقسیم کرنا، خدمت خلق کے تحت مستحق افراد کی مدد کرنا اور امدادی سرگرمیوں میں حصہ لینے کا معمول ہو تو یہ عمل بغیر کسی نصیحت او تلقین کے بچوں کو خود بخود سیکھنے کا ذریعہ بن جائے گا۔ اس طرح امت کے فرض منصبی، نبی کریم ﷺ کے مشن اور فریضہ اقامت دین کو فطری انداز میں بخوبی آگے ادا کیا جاسکتا ہے اور بچوں کو تحریک سے وابستہ کیا جاسکتا ہے۔

آئیے دعا کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمارے شریک زندگی اور ہماری اولاد کو آنکھوں کی مٹھنڈ ک
بنا دے اور ہمیں وہ تقویٰ عطا کر دے کہ ہم نیک لوگوں کے امام بن جائیں اور ہماری نسلیں ہمارے لیے صدقہ
جاریہ ہوں۔ آمین! رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَدُرِّيْتَنَا قُرْةً أَعْيْنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ إِمَامًا۔
[الفرقان: ۲۵]

صلوة حاجت

دعاؤں کی مقبولیت اور حاجتوں کے پورا ہونے کے لیے ایک مجرب نسخہ نماز حاجت ہے۔ جب نبی
کریم ﷺ کو کوئی اہم معاملہ درپیش ہوتا تو آپ ﷺ اس کے لیے دور رکعت یا چار رکعت پڑھتے۔ حدیث
میں ہے پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد تین مرتبہ آیہ الکرسی پڑھے۔ باقی تین رکعتوں میں سورۃ فاتحہ
کے بعد قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ۔ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ۔ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ایک ایک بار پڑھے تو
گویا اس نے شب قدر میں چار رکعت پڑھیں۔

[ابوداؤ]

ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کی کوئی حاجت اللہ کی طرف یا کسی
انسان کی طرف ہو تو اچھی طرح وضو کرے پھر دور رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد و شکرے اور نبی

کریم ﷺ پر درود بسیجے پھر یہ دعا پڑھے

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ طَسْبَحَانَ اللَّهَ رَبِّ الْعَرِشِ الْعَظِيمِ طَوَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ
الْعَالَمِينَ طَأَسْأَلُكَ مُؤْجَبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَّاءِ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيَّةَ مِنْ كُلِّ بَرِّ وَالسَّلَامَةَ مِنْ
كُلِّ إِثْمٍ لَا تَنْدِعْ لَنَا ذَبَابًا إِلَّا غَفَرْتَهُ وَلَا هَمًَّا إِلَّا فَرَجْتَهُ وَلَا دَيْنًا إِلَّا قَضَيْتَهُ وَلَا حَاجَةً مِنْ حَوَائِجِ
الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ هِيَ لَكَ رِضاً إِلَّا قَضَيْتَهَا يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ

[اپنی جائز حاجت کے لیے اللہ سے رجوع کرنے کا یہ بہترین نسخہ ہے۔]

مطالعہ کی عادت

مولانا حشمت علی صافی

انسان زندگی کے بارے میں جو بھی رویہ اپناتا ہے وہ ایک خاص فکر کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ جب تک انسان کی فکر کا زاویہ تھیک نہ ہو گا اس وقت تک انسان کے مزاج، رویہ، اخلاق و عادات میں وہ صفات نہیں آسکتی جو ایک بہترین انسان کے ہونے چاہیے۔

دل و دماغ کے پورے اختداد کے ساتھ کسی بھی لائے کو اختیار کرنے کی بنیاد فکر پر ہوتی ہے جس فکر کا انسان حامل ہوتا ہے۔ اس وقت تک انسان کی زندگی میں وہ انقلاب نہیں آسکتا جو اس کو ترقی کی راہ پر گامزد کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ اس فکر کی تبدیلی اور اصلاح کیلئے اللہ تعالیٰ نے قتاو فتاو آسمانی صحیفے، کتابیں نازل کی۔ گویا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کتاب کا انسان کی زندگی پر بہت گہر اثر ہوتا ہے۔

لہذا وہ شخص جو کتاب سے جتنا قریب ہو گا (صاحب مطالعہ ہو گا) اتنا ہی وہ کامیاب ہو گا، تاریخ اس بات کا گواہ ہے کہ اقوام عالم کو آسمانی ہدایت (کتاب) کے روگردانی کے باعث تباہ کیا گیا جس طرح یہ تباہی اجتماعی سطح پر ہوتی اس طرح آج انفرادی سطح پر تباہی ہے۔

آج کتاب سے لگاؤ کم اور دیگر فضولیات سے زیادہ امتنیت، موبائل اور دیگر لہو لعب نے کتاب سے ہمیں دور کر دیا ہے۔

یاد رکھیے! جو شخص جتنا علم سے، کتاب سے بہر وہ کا اتنا ہی اس کی زندگی میں اس کے آثار دکھائی دیں گے اور اگر معاملہ بر عکس ہے تو اللہ کی پناہ۔

لہذا ہمیں کتاب سے شفف اکھٹا چاہیے، مطالعہ کی اپنی عادت بلکہ فطرت بنانی چاہیے۔ آئیے آج ہی بہتر کتابوں کا انتخاب کر کے دیگر مصروفیات کے ساتھ ساتھ کتاب کے مطالعہ کو بھی ایک مستقل مصروفیت بنائیں۔

جدید تعلیم کی اہمیت

شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی کی نظر میں



آپ میں سے جو حضرات محقق اور باخبر ہیں وہ جانتے ہوں گے کہ میرے اکابر سلف نے کبھی بھی کسی اجنبی زبان کے سکھنے یا دوسرا قوموں کے علوم و فنون حاصل کرنے پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا۔ ہماری عظیم الشان قومیت کا اب یہ فیصلہ ہونا چاہیے کہ ہم اپنے کالجوں سے بہت سے داموں کے غلام نہ پیدا کرتے رہیں بلکہ ہمارے کالج نمونہ ہونے چاہیئے بغداد اور قرطبه کی یونیورسٹیوں اور ان عظیم الشان مدارس کے جنہوں نے یورپ کو اپنا شاگرد بنایا اس سے پیش کر کہ ہم اس کو اپنا استاد بناتے۔ اے نوہلاں وطن! جب میں نے دیکھا کہ میرے اس درد کے غنموار (جس سے میری بڑیاں پکھلی جائی ہیں) مدرسوں اور خانقاہوں میں کم اور سکولوں اور کالجوں میں زیادہ ہیں تو میں نے اور میرے چند مخلص احباب نے ایک قدم علی گڑھ کی طرف بڑھایا اور اس طرح ہم نے ہندوستان کے دو تاریخی مقاموں (دیوبند اور علی گڑھ) کا رشتہ جوڑا۔ کچھ بعید نہیں کہ بہت نیک نیت بزرگ میرے اس سفر پر کلتہ چینی کریں اور مجھ کو اپنے مرحوم بزرگوں کے مسلک سے منحرف بتائیں لیکن اہل نظر سمجھتے ہیں کہ جس قدر میں ظاہر علی گڑھ کی طرف آیا ہوں اس سے کہیں زیادہ علی گڑھ میری طرف آیا ہے۔

[۱۹۲۰ء میں جامعہ ملیہ اسلامیہ کے افتتاحی جلسے سے خطاب]

[از ماہنامہ البر حان لاہور فروری ۲۰۱۳ء]

صحت کے آداب

انتری عباس

جسمانی صحت کا خیال اور اہتمام یقیناً آپ کو قرآن پاک کے اس حکم کے مترادف ٹھہرائے گا جس میں فرمایا گیا ہے کہ: ”خدا ان لوگوں کو محبوب رکھتا ہے جو بہت زیادہ پاک صاف رہتے ہیں۔“ (سورۃ التوبہ)

یوں اپنی صحت اور صفائی کا خیال رکھ کر اللہ تعالیٰ کے ان محبوب لوگوں کی صفت میں شریک ہوا جاسکتا ہے۔ ہمیشہ صاف سفر رہنے والے عام طور پر صحت مندر رہتے ہیں۔

صحح اٹھتے ہی کلی کیے بنا کچھ مت کھائیں پئیں۔ بیدھی بھی لینی ہو تو منہ دھونے اور کلی کرنے سے مت ڈریں۔ رات بھر منہ میں لعاب بننے اور خشک ہوتے ہیں۔ ان کا صاف کرنا ضروری ہوتا ہے۔ رات سونے سے قبل برش یا سماوک کرنے کے بے حد فوائد ہیں۔ اگر سستی کی وجہ سے یہ عمل گراں گزرتا ہے اور مشکل لگتا ہے تو وقتی حل کے طور پر پانی سے تین بار کلی کیے بنا بیدھی پر کبھی نہ جائیں۔ دھوپ میں زیادہ چلنے اور بیٹھنے سے احتیاط اچھی۔ اس طرح جسم کا کچھ حصہ دھوپ میں ہو اور کچھ حصہ سائے میں ہو تو یہ بھی سخت نقصان دہ بات ہے۔

نبی ﷺ ایک بار خطبہ دے رہے تھے تو حضرت ابو قیس رضی اللہ عنہ سننے کے لیے دھوپ میں کھڑے ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں باقاعدہ سایے میں جا کر بیٹھنے کی ہدایت فرمائی۔

سونے جانے میں اعتدال ضروری ہے۔ نہ بہت سوتے رہیے کہ سب ”نیند کا اتا“ کہنے لگیں۔ نہ اتنا جانے رہیے کہ ”رات کا پرندہ“ سمجھا جانے لگ۔ جسم کو پورا آرام ملنا چاہیے۔ روزانہ کم از کم گھنٹے ضرور سونا چاہیے۔

صح وشام جب موقع ملے سیر کا اہتمام کریں۔ وقت نہ ہو یا جگہ نہ ہو تو گھر کے صحن یا چھت پہ بھی دس پندرہ منٹ کے لیے ٹھلا جاسکتا ہے۔ بچپوں کو تو خاص طور پر واک کا اہتمام کرنا چاہیے۔ ان کے لیے مارنگ واک (صح کی سیر) بے حد اچھی چیز ہے۔ نماز کے بعد ابو امی یا کسی بھی بھائی بہن کے ساتھ قربی سڑک یا پارک میں کی گئی واک سارا دن تروتازہ رکھتی ہے۔

چھوٹی عمر میں سگریٹ دیکھ کر بہت جی للاچاتا ہے اور چھپ چھپ کر پینے کو جی چاہتا ہے۔ جس کام کو آپ سب کے سامنے اعتماد سے کرہی نہ سکیں۔ اس میں یقیناً کوئی نہ کوئی مضر اور منفی پہلو ضرور ہوتا ہے۔۔۔ اپنے سکول یا کالج میں دوستوں کے کہنے یا دیکھاد کیجی ایسا کرنے والے اکثر بے دھیانی اور معصومیت میں چرس اور پاؤڑ والے سگریٹ تک پی بیٹھتے ہیں اور پھر بد قسمتی سے عادی ہو جائیں تو زندگی بھر دوستوں اور گھر والوں کو اذیت دیتے ہیں۔ اپنی صحت تباہ کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی اور خاندان کی بد نامی کا سبب بنتے ہیں۔

کھانا وقت پر نہ کھا سکیں تو بعد میں زیادہ کھا کر ساری کسر نہ نکالیں۔ کہ ایک ہی وقت میں دو دو وقت کا کھانا کھا ڈالیں۔ ایسی پُر خوری یعنی بہت پیٹ بھر کر کھانے سے ہمیشہ نقصان ہوتا ہے۔ کچھ بھوک باقی ہو تو کھینچ لیجئے اور دستر خوان سے اٹھ جائیے۔۔۔ کھانے کے دوران پانی کم سے کم پیں۔ یہ کام کھانے کے آغاز میں کر لیں، ہے تو مشکل مگر کر دیکھنے عادت ہو جائے گی۔ اس کے بے شمار فوائد ہیں۔ اور سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ پیٹ پھولتا نہیں ہے۔ میں نے اپنے ابو کو ہمیشہ یہ عمل کرتے دیکھا۔ وہ ماشاء اللہ ہمیشہ سارث رہے۔ البتہ مجھ سے کوتاہی ہوتی رہتی ہے۔

بازاری چیزیں کھانے سے باز نہیں رہا جاسکتا۔ روز کا جیب خرچ بھی اس پر مجبور کرتا ہے۔ اگر آپ عادت بنائیں کہ کھلی اور سستی چیز نہیں کھانی تو بہت سی بیماریوں سے نجات جائیں گے، سستے گول گپے ہوں یا چنے اور قلفیاں اور اس طرح کا امیم غلم، گھٹیا میری میل اور سستے مصالحوں سے بنا اور بھرا ہوا ہوتا ہے جس کی تیاری میں حفاظان صحت

کے کسی بھی اصول کو قریب بھی آنے نہیں دیا گیا ہوتا۔ ضرور کھائیں مگر اچھی کمپنیوں کی آئس کریم لے لیں، برانڈ ڈچس، چیو نگم یا چاکلیٹ لے لیں۔ کبھی سستی چیز لینے کے چکر میں کو الٹی اور کسی بھی قابلِ اعتقاد اور مشہور کمپنی کی بنی چیز کو مت چھوڑیں۔ انہیں پیسوں کے ساتھ ساتھ آپ کی صحت اور اپنی عزت بھی بڑی عزیز ہوتی ہے۔ دوپہر کا کھانا کھا کر ممکن ہو تو تھوڑا آرام ضرور کریں۔ عربی مقولہ ہے کہ ”دوپہر کا کھانا کھا کر دراز ہو جاؤ اور رات کا کھانا کھا کر چھپل قدمی کرو۔“

جیب اجازت دے تو موسمی پھل بھی ضرور کھائیں۔ گھر یا بجٹ میں گنجائش نہ ہو تو ضد نہ کریں۔ چھوٹی عمر میں کیلے بے حد پسند ہوتے ہیں۔ رو سی کہاوت ہے کہ ”صحیح پیسے دے کر کیلے کھانے پڑیں تو کھالو۔ دوپہر کو مفت میں تو کھالو، رات کو کوئی ساتھ میں یعنی پکے سے پیسے بھی دے تو کیلے مت کھاؤ“ مختلف پھل مختلف تاثیر رکھتے ہیں کچھ صحیح اچھے لگتے ہیں کچھ شام کو۔ لیکن کسی بھی پھل کے بعد پانی نہ پیں۔ ایسا کرنا ”فوری ہیضہ پروگرام“ ہوتا ہے۔

آنکھوں کا بطور خاص خیال رکھیں۔ دھول مٹی سے بچائیں۔ آنکھوں میں کچھ پڑ جائے تو تازہ پانی سے دھوئیں یا ہاتھ کی اوک میں پانی لے کر اس میں آنکھیں کھول لیں۔ میل دور ہو جاتا ہے، آنکھ صاف ہو جائے گی۔ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے ”سرمه لگایا کرو، آنکھ کے میل کو دور کرتا ہے اور بالوں کو اگاتا ہے۔“ ہماری ماشرے میں سرمہ اب کم استعمال ہے۔ چھٹی والے دن اس کا استعمال ہو سکتا ہے ورنہ کبھی کبھار کہیں آنے جانے سے ذرا پہلے لگا کر کچھ دیر رہنے دیں پھر دھولیں۔

ہفتہوار پروگرام میں سر پر سرسوں یا زیتون کے تیل کی ماش (مساج) ضرور کریں یا کروائیں۔ بے حد مفید ہوتا ہے۔ بال مضبوط رہتے ہیں۔

نگے پھر نے سے ایڑیاں پھٹ جاتی ہیں اور پٹھی ایڑی کسی کی بھی ہو، بری لگتی ہے۔ بازار میں کریک ٹیوب

بھی ملتی ہے مگر گھر میں مٹی کا جھاؤں ضرور رکھئے اور ہفتے کے بھتھ پاؤں کو صابن لگا کر جھاؤں سے رگڑیں۔ اچھے نتائج ملیں گے۔ آج کل دیسی کے علاوہ ایرانی جھانوںیں بھی ملتے ہیں۔

ٹالکٹ جانے کی جب اور جس وقت ضرورت پڑے، چاہے چھوٹا پیشاب ہو یا بڑا، فوراً جائیے۔ دیر کرنے کی صورت میں متعلقہ اعضاء کی مجموعی صحت اور دماغ پر برابرے اثرات پڑتے ہیں۔

ہم اپنی نجی اور سماجی زندگی میں کبھی بھی کسی ایسے عزیز یا قریبی دوست کے قریب بیٹھنے سے گریز کرتے ہیں جس کے جسم سے پسینے کی بو آرہی ہو۔ یہی صورت سکول و کالج میں ہوتی ہے۔ کپڑے میلے ہوں اور محسوس ہو رہا ہو کہ عرصے سے نہایے ہوئے نہیں ہیں۔ مسجد جاتے ہوئے یا کسی بھی سماجی تقریب میں شرکت سے پہلے صفائی اور خوشبو کا ضرور اہتمام کریں۔ ورنہ ساری شخصیت کا بھرم جاتا رہتا ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک فرمایا کہ اگر کوئی آدمی اپنی آمدن کا تیسرا حصہ خوشبو پہ صرف کر دے تو یہ فضول خرچی نہیں بلکہ پسندیدہ ہے۔

بچیوں کو 18 سال سے پہلے Eye brows Shape بنوانے چاہئیں۔ اگر بہت ضروری ہو تو بخواہیں۔ باریک آئی برو بنانے سے معصومیت بھی جاتی رہتی ہے۔ اور کچھ سالوں بعد آنکھ کے اوپر کی جلد ڈھیلی ہو کر سون جاتی ہے اور لٹک جاتی ہے۔

بچیاں چہرے پر کبھی ویکسٹ (Wax) نہ کروائیں۔ ضروری ہو تو بلیچ کریم استعمال کر لیں۔ وہ بھی بہکی (Mild) ہو جو بالوں کو ہم رنگ کر دے۔ بلیچ بھی کبھی شو قیہ نہیں کروانی چاہیے۔ اس کی 18-20 سال کے بعد ضرورت ہوتی ہے۔

سن بلوغت (Teen Ager) سے لڑکیوں کے چہرے پہ دانے لکنا شروع ہو جاتے ہیں۔ ان کو کم سے کم ہاتھ سے چونا چاہیے۔ تازے پانی سے دھوئیں۔ عرق گلاب کے چھینٹے ماریں۔ صابن اچھا استعمال کریں۔ اپنے

ناخن کاٹ کر رکھیں تاکہ اچانک ہاتھ لگ جانے سے دانے پھوٹ نہ جائیں۔ یہ دانے نشان چھوڑ جاتے ہیں۔ زیادہ پانی پینے سے یہ جلدی ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ بیکری آئنسٹر اور چاکلیٹ، تلے ہوئے زیادہ مرچوں و دالوں کھانوں کو روٹین فوڈ نہ بننے دیں۔ یہ بھی نقصان پہنچاتے ہیں۔

رات سونے سے پہلے صابن سے منہ دھو کرو ضوکر کے سوئیں۔ اس سے بھی دانے جلدی ختم ہو جاتے ہیں۔ (Teen Age) کی بچیوں کے لیے لازم ہے کہ گھر میں جھاڑ پوچھ (Moping) ضرور کریں۔ اس سے جسم بھدا نہیں ہوتا۔ تاکی پھیرنا، پوچا اور فلور پالسٹنگ، اصل میں ایک ہی طرح کے کام ہیں۔ اس عمر کی بچیوں کو زیادہ وزن اٹھا کر نہیں چلانا چاہیے۔ اس سے قد کا بڑھنا رک جاتا ہے۔ لڑکیوں کو ڈاکٹر 5 کلو سے زیادہ کا وزن اٹھانے سے منع کرتے ہیں۔

اچھی بیٹیاں گھر کے کام کا ج میں ہاتھ بٹانے سے ماں باپ کا دل بھی جیت لیتی ہیں اور اپنی صحت بھی اچھی طرح سننجاں لیتی ہیں۔

اس عمر میں لڑکیوں اور لڑکوں کی آواز بدلتی شروع ہو جاتی ہے۔ یہ ایک نارمل بات ہے۔ ایسے دنوں میں بات دھیتے لجھے میں کرنی چاہیے۔ یوں آواز پھٹتی نہیں ہے۔ کافیوں کو بھی بری نہیں لگتی۔ بچیوں کو آواز ہمیشہ نرم اور دھیمی ہی رکھنی چاہیے۔ البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انجان لوگوں کے ساتھ سخت لجھے میں بات کرنے کا حکم دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اے نبیؐ! یہو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو سو اگر تم برائی سے فج کر رہنا چاہتی ہو تو ناحرمن مرد سے نزاکت سے بات مت کیا کرو، مہادا جس شخص کے دل میں روگ ہو، وہ کوئی توقع وابستہ کر بیٹھے۔ ان سے صرف روایت کے مطابق بات کیا کرو“۔ (سورۃ الاحزاب 32)

نوع لڑکیوں کو پاؤں میں گھسہ پہننے اور عادت کے طور پر پہننے رکھنے سے احتراز کرنا چاہیے۔ یہ پاؤں کی شکل

بگاڑ دیتا ہے۔ Deshape کر دیتا ہے۔

جن لڑکے لڑکیوں کو پاؤں میں بہت سیند آتا ہے، انہیں جرا بیں روز بد لئی چاہئیں۔ دوسروں کے سامنے اتارنے سے بچنا چاہیے۔ بہت بری بو آتی ہے۔ ایسی جرا بیوں کو ساتھ ساتھ نہیں لیے پھرنا چاہیے۔

کچھ دوست، سہیلیاں ہاتھ پاؤں اور ناخنوں کے بارے میں پتلے ہونے کے تبرے کرنے لگتے ہیں۔ ان تبروں کو Craze نہیں بنانا چاہیے۔ اور اپنی جسمانی ساخت پر بیشان ہو کر وہی بھی نہیں بننا چاہیے۔ اور نہ ہی سوچ سوچ کر صحت خراب کرنی چاہیے۔

جسمانی ساخت وقت، عمر اور اچھی خوراک کے ساتھ متوازن اور متناسب ہو جاتی ہے موتا اور صحت مند ہونے کے لیے گولیوں اور دوائیوں کے چکر میں کبھی مت پڑیں۔

خود میں ڈوب جا غافل ایسٹر زندگانی ہے
نخل کی حکمت سام و سحر سے جاوہاں ہو جا

علامہ محمد اقبال

جان حاضر ہے

عبداللہ فارانی

وہ مدینہ منورہ سے آرہے تھے کہ مسیلمہ کذاب نے انہیں کپڑا لیا اور ان سے پوچھا:

”محمد کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟“

انہوں نے فوراً جواب دیا:

”وہ اللہ کے سچے رسول ہیں۔“

اس پر وہ بولا:

”نہیں۔۔۔ یہ کہو، مسیلمہ اللہ کا سچا رسول ہے۔“

انہوں نے خاتمت بھری نظر وں سے دیکھا اور فرمایا:

”تو جھوٹا ہے، مردود ہے۔“

اس پر ظالم مسیلمہ نے توارکے ایک وار سے ان کا ہاتھ کاٹ ڈالا، پھر ان سے کہا:

”اب بھی میری بات مانو گے یا نہیں۔“

انہوں نے سخت ترین لمحے میں کہا:

”ہرگز نہیں۔۔۔ تو جھوٹا ہے۔“

مسیلمہ کذاب نے اب ان کا دوسرا ہاتھ بھی کاٹ دیا، پھر کہا:

”اب بھی وقت ہے، میری نبوت کو مان لو۔“

یہ صحابی سیدنا حبیب بن زید رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ اس بہادر ترین ماں کے بیٹے تھے جو غزوہ احد میں نبی کریم ﷺ کو چانے کی خاطر کافروں سے لڑی تھیں اور اس بے چکری سے لڑی تھیں کہ نبی کریم ﷺ ان کی

تعریف کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ آپ نے فرمایا تھا:

”میں جنگ احمد میں ام عمارہ کو اپنے داعیین بائیں لڑتے ہوئے دیکھتا تھا۔“

اٹھی سیدہ ام عمارہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی تھی:

”اے اللہ! ام عمارہ کو جنت میں میرے ساتھ کیجیے گا۔“

حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہ اس عظیم ماں کے بیٹے تھے، وہ کیسے مسیلمہ کذاب کی بات مان لیتے۔

دونوں ہاتھ کٹنے پر بھی ان کی ثابت قدی میں ذرہ برابر فرق نہ آیا، بولے:

”نہیں، ہرگز نہیں، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں، الہذا تم جھوٹے ہو۔“

اب مسیلمہ کذاب کی غصب ناکی میں بلاکاً اضافہ ہو گیا۔ اس نے ان کے جسم کا ایک حصہ کاشتہ شروع کیا، سیدنا حبیب رضی اللہ عنہ تڑپ رہے تھے اور وہ تھقہنے لگا رہا تھا۔ سیدنا حبیب رضی اللہ عنہ تکڑے تکڑے ہو گئے، لیکن راہ حق سے ان کے قدم ذرا نہ ڈگ کا گئے۔

سیدہ ام عمارہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے کی مظلومانہ شہادت کی خبر سنی تو ان کی ثابت قدی پر اللہ کا شکر بجا لائیں۔

سیدنا حبیب بن زید رضی اللہ عنہما انصاری صحابی تھے، ان کا تعلق خوزرج کے خاندان بنو نجار سے تھا۔ والد کا

نام زید بن عاصم رضی اللہ عنہ تھا۔

والد سیدنا حبیب رضی اللہ عنہ کے بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے۔

3 بھری میں سیدنا حبیب بن زید رضی اللہ عنہما اپنے بھائی سیدنا عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہما اور اپنی والدہ سیدہ ام عمارہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ غزوہ احمد میں شریک ہوئے اور آخر تک نہایت ثابت قدی کے ساتھ لڑتے رہے۔ بعد کے غزوات میں بھی انہوں نے برابر حصہ لیا، یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رحلت فرمائیں گے، آپ کے بعد سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے۔ ان کے زمانے میں مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اس دعوے کی شروعات اس نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے آخری دونوں ہی میں کردی تھیں، لیکن اس وقت اس نے کھل کر کوئی اعلان نہیں کیا تھا۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

خلیفہ ہوئے تو اس نے اپنی نبی ہونے کا اعلان کر دیا۔ عرب کے چالیس ہزار جنگ جو مرتد ہو گئے اور اس کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ اس طرح اس نے بہت طاقت جمع کر لی۔

اور انہی دنوں سیدنا حبیب رضی اللہ عنہ اس کے پڑاؤ کے پاس سے گزرے، اس نے انہیں پکڑ لیا اور بے دردی سے شہید کر دیا۔

سیدنا حبیب رضی اللہ عنہ کی والدہ اور ان کے بھائی سیدنا عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہما، سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے شکر میں شامل ہو گئے۔ اس طرح مسلمہ کذاب کے خلاف یمامہ کی جنگ لڑی گئی۔ دونوں مان بیٹھے اس جنگ میں مسلمہ کے خلاف بہت بہادری سے لڑے۔ لڑائی پورے زوروں پر تھی کہ سیدہ ام عمارہ رضی اللہ عنہما نے مسلمہ کو دیکھ لیا۔ وہ زخم پر زخم کھاتی، اپنے نیزے سے راستہ بناتی، اس کی طرف بڑھتی چلی گئیں، اس کو شش میں انہیں گیارہ زخم آئے، ایک ہاتھ بھی کلائی پر سے کٹ گیا، آخر کار مسلمہ کے نزدیک پہنچ گئیں۔ اس پر دوار کرنا چاہتی تھیں کہ ایک ساتھ مسلمہ پر دو دوار ہوئے اور وہ گھوڑے سے نیچے جا گرا۔ سیدہ ام عمارہ رضی اللہ عنہما نے مڑ کر دیکھا تو ایک طرف اپنے بیٹھے سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو کھڑے پایا، دوسری طرف سیدنا حشی بن حرب رضی اللہ عنہ کھڑے تھے۔ انہوں نے اپنا نیزہ مسلمہ پر پھینکا تھا اور اسی وقت سیدنا عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہما نے تلوار کا دار اس پر کیا تھا۔

سیدنا ام عمارہ رضی اللہ عنہما اپنے بیٹے کے قاتل اور مسلمانوں کے بدترین دشمن کی موت پر سجدہ شکر بجا لائیں۔
اللہ تعالیٰ کی ان پر بے شمار رحمتیں ہوں۔ آمين

(از روشن قدمیں)

خدمت خلق

اسلام میں سو شل و رک کی اہمیت

ابو عمر زاہد الراسدی

سو شل و رک یا انسانی خدمت اور معاشرہ کے غریب و نادار لوگوں کے کام آنا ایک بہت بڑی نیکی ہے اور اسلام نے اس کی تعلیم دی ہے، یہ جناب نبی اکرم ﷺ کی سنت مبارکہ ہے اور آپ ﷺ نے دکھی انسانیت کی خدمت اور نادار لوگوں کا ہاتھ بٹانے کا بڑا اجر و ثواب بیان فرمایا ہے حتیٰ کہ میں عرض کیا کرتا ہوں کہ آقا نے نادر را ﷺ پر وحی نازل ہونے کے بعد آپ کا پہلا تعارف ہمارے سامنے اسی حوالہ سے آیا ہے کہ آپ ﷺ نادار اور مستحق لوگوں کی خدمت میں پیش پیش رہتے تھے۔ چنانچہ بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر غار حرام میں جب پہلی دفعہ وحی نازل ہوئی، آنحضرت ﷺ کا معمول یہ تھا کہ چند دن کی خوراک اور پانی لے کر غار حرام میں چلے جاتے تھے اور سب لوگوں سے الگ تھلگ اللہ تعالیٰ کی بندگی میں مصروف رہتے تھے۔ ایک دن وہیں غار میں وحی کے آغاز کا واقعہ پیش آگیا۔ حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو قرآن کریم کی سورۃ اقراء کی چھپلی آیات سنائیں۔ اس واقعہ کی تفصیلات میں نہیں جاؤں گا کیونکہ آپ نے کئی بار سن رکھا ہو گا اور آپ کے ذہن میں ہو گا، اچانک واقعہ ہوا، اس سے قبل اس قسم کی بات کبھی نہیں ہوئی تھی۔ اس لیے جناب نبی اکرم ﷺ پر گھبر اہٹ کا طاری ہونا ایک فطری بات تھی۔ آپ ﷺ کھر تشریف لائے، چادر اوڑھی اور لیٹ گئے۔ اہلیہ محترمہ امام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا دانا و بینا خاتون تھیں۔ پریشانی بھانپ گئیں، پوچھا تو جناب نبی اکرم ﷺ نے سارا واقعہ بیان کر دیا اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ خشیت علی نفسی ”محجے اپنے بارے میں خوف لگ رہا ہے“ اس پر امام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے آپ کو تسلی دی اور کہا کہ ”خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کو غمزدہ نہیں کرے گا“۔ اور اپنے دعویٰ پر جو دلیل دی وہ یہ تھی کہ ”آپ صلہ رحمہ کرتے ہیں، ضرورت مندوں کے کام آتے ہیں، مہماںوں کی خدمت

کرتے ہیں، لوگوں کی مشکلات میں ان کا ہاتھ بٹاتے ہیں اور بے سہار لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ ”جو یام المومنین نے رسول اللہ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے اس عقیدہ کا اظہار کیا کہ جو لوگ انسانی سوسائٹی میں دوسروں کے کام آنے والے ہوں اللہ تعالیٰ انہیں غرور نہیں کیا کرتا۔ اور اس طرح پہلی وحی نازل ہونے کے بعد احادیث کے ذخیرہ میں رسول اللہ ﷺ کا جو سب سے پہلا تعارف ہمارے سامنے آتا ہے وہ ایک ”سو شل و رکر“ کی حیثیت سے ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بہت بڑے ساتھی اور خلیفہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا تعارف بھی احادیث میں انہی الفاظ کے ساتھ ملتا ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ مکرمہ میں جناب نبی اکرم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کے خلاف قریش کے مظالم انہیا کو پہنچ گئے اور اب انہیں مزید برداشت کرنے کی تاب نہ رہی تو بہت سے صحابہ کرامؐ جناب نبی اکرم ﷺ سے اجازت لے کر جبše کی طرف ہجرت کر گئے جن میں حضرت عثمان بن عفانؓ اور حضرت جعفر طیارؓ بھی تھے۔ انہیں دونوں حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ بھی اس قسم کی صورت حال پیش آئی کہ آپ اپنے گھر کے صحن میں قرآن کریم پڑھا کرتے تھے اور ارد گرد کے بچے اور عورتیں اسے سننے کے لیے جمع ہو جاتے تھے۔ اس پر محلہ کے بڑے لوگوں نے حضرت ابو بکرؓ کو منع کر دیا کہ اگر قرآن کریم پڑھنا ہو تو کمرے میں بند ہو کر پڑھیں، صحن میں نہ پڑھا کریں کیونکہ اس سے ہماری عورتیں اور بچے متاثر ہوتے ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ اس سے دل برداشتہ ہو کر جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہجرت کی اجازت چاہی کہ جہاں اپنے گھر کے صحن میں بھی قرآن کریم پڑھنے کی اجازت نہ ہو وہاں رہنے کا کیا فائدہ ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے اجازت دے دی اور حضرت ابو بکرؓ اپنے گھر سے ضروری سامان اٹھا کر ہجرت کے ارادے سے مکرمہ سے نکل کھڑے ہوئے، راستے میں قریش کے قبیلہ بنو قارہ کا سردار ابن الدغنه ملا۔ اس نے پوچھا کہ کہا جا رہے ہو؟ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جواب دیا کہ اب ظلم و صبر کی انہیا ہو گئی ہے اور میں ہجرت کے ارادے سے شہر چھوڑ کر کہیں اور جا رہا ہوں، اس کا فرسردار نے کہا کہ نہیں ایسا نہیں ہو گا اور میں آپ کو جانے نہیں دوں گا۔ اس موقع پر اس نے کہا کہ آپ جیسے شخص کا شہر سے چلے جانا شہر کے لوگوں کے لیے اچھی علامت نہیں ہے اور پھر حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بارے میں وہی بات کہی جو ام المومنین حضرت

خدیجہؓ نے غار حراسے والہی پر جناب نبی اکرم ﷺ سے کہی تھی کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، محتاجوں کے کام آتے ہیں، معدوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، مہمانوں کی خدمت کرتے ہیں اور لوگوں کی مشکلات میں ان کا ہاتھ بٹاتے ہیں۔ چنانچہ کافروں کے قبیلہ بنو قارہ کا سردار ابن الدغنه حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اپنے ساتھ واپس مکہ مکہ لے آیا اور خانہ کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ ابو بکرؓ آج کے بعد میری امان میں ہیں، کوئی ان کو نگران کرے، گویا جناب نبی اکرم ﷺ اور ان کے ساتھی و خلیفہ حضرت ابو بکرؓ دونوں کا مزاج و طبیعت ایک تھے اور دونوں کی عادات و اخلاق یکساں تھے۔ اس لیے میں عرض کیا کہ تباہوں کہ اسلام میں توبوت اور خلافت دونوں سے کامزاج ”سو شل ورک“ کامزاج ہے اور دونوں کی بنیاد سماجی خدمت پر ہے۔ اس حوالہ سے میں نوجوانوں سے بطور خاص عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مسابقت، معاصرت اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا جذبہ، فطری جذبہ ہے اور اسلام نے انسان کے کسی فطری جذبے کی نفع نہیں کی اور کسی طبعی ضرورت سے انکار نہیں کیا۔ البتہ ہر جذبے اور ضرورت کا رخ متعین کر دیا ہے اور اسے منفی کی بجائے ثابت میدان میں آگے بڑھانے کی ترغیب دی ہے۔ آج کل ہمارے ہاں بھی مسابقت کا جذبہ کار فرما ہے لیکن اس کا میدان اور ہے، اس کا اظہار دولت کے جمع کرنے میں ہوتا ہے، بلڈ گلوں کی تعمیر میں ہوتا ہے، اقتدار کے حصول میں ہوتا ہے اور جماعتوں، گروہوں اور جھتوں کے قیام میں ہوتا ہے لیکن یہی مسابقت کا جذبہ حضرت صحابہ کرامؐ میں تھا تو اس کا میدان اور تھا۔ یہ ایک فطری جذبہ ہے جس سے کوئی انسان خالی نہیں ہے مگر اس کا صحیح میدان وہ ہے جو صحابہ کرامؐ نے پیش کیا۔ حدیث میں آتا ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، ایک رات آسمان صاف تھا، چاند نہیں تھا، ستارے ہر طرف جگگار ہے تھے، ان گنت ستاروں کا ہجوم دیکھ کر میرے دل میں خیال آیا کہ جناب نبی اکرم ﷺ سے پوچھوں کہ کیا کوئی خوش نصیب انسان ایسا بھی ہے جس کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کی طرف ان گنت ہوں، فرماتی ہیں کہ جی میں یہ تھا کہ اس سوال کے جواب میں میرے والد محترم (حضرت ابو بکرؓ) کا نام ہی آسکتا ہے لیکن جناب رسول اللہ ﷺ سے یہ سوال کیا تو آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ ہاں ایسا خوش نصیب شخص ہے اور وہ عمر بن الخطاب ہے۔ حضرت عائشہؓ توقع کے خلاف بات سن کر چونک اُنھیں اور بے ساختہ

دوسرے سوال کر دیا کہ

وابی یا رسول اللہ؟ ”یا رسول اللہ، میرے والد محترم کہاں گئے۔“ اس پر جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ عائشہ؟ تم ابو بکرؓ کی نیکیوں کی بات کرتی ہو، بخدا عمرؓ کی ساری زندگی کی نیکیاں ایک طرف مگر ابو بکرؓ کی ایک غار کی نیکی ان سب پر بھاری ہے جو انہوں نے ہجرت میں میرے ساتھ وقت گزارا ہے تو حضرات صحابہ کرامؓ میں مقابلہ اور مسابقت کامیدان نیکیوں کا تھا اور وہ اس میدان میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ساری زندگی یہ حضرت رہی کہ نیکیوں میں حضرت ابو بکرؓ سے آگے بڑھوں مگر دو واقعات نے مجھے اس حضرت کے پورا ہونے سے مایوس کر دیا اور میرے دل نے گواہی دی کہ اس شیخ سے آگے بڑھنا میرے لیس میں نہیں ہے، ایک واقعہ غزوہ توبک کے موقع کا بیان کرتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ نے غزوہ توبک کے لیے صحابہ کرامؓ سے زیادہ سے زیادہ چندہ لانے کے لیے کہا تو حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ ان دونوں میں حالت حضرت ابو بکرؓ سے اچھی تھی اور میں خوش ہوا کہ آج سبقت حاصل کر لوں گا۔ چنانچہ خوشی خوشی گھر گیا اور جو کچھ گھر میں موجود تھا، نقدی، سامان، غلہ، کھجوریں وغیرہ سب کو نصف نصف کیا۔ نصف سامان گھر میں چھوڑا اور نصف سامان باندھ کر رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ ادھر سے حضرت ابو بکرؓ بھی ایک گھٹھڑی اٹھائے آگئے، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ آپ کیا لائے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے بتایا کہ جو کچھ گھر میں تھا نصف نصف کر کے آدھا گھر میں چھوڑ آیا ہوں اور آدھا آپ ﷺ کی خدمت میں لے آیا ہوں اور حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ جو کچھ گھر میں تھا اٹھا کر لے آیا ہوں اور گھر میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے نام کے سوا کچھ نہیں چھوڑا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر میرے دل میں چوتھی لگی اور دل نے گواہی دی کہ عمرؓ اس شیخ سے نیکی میں آگے بڑھنا مشکل ہے۔

دوسرے واقعہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خلافت کے دور کا بیان کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کا کہنا ہے کہ مدینہ

منورہ میں ایک ضعیف اور بے سہارا خاتوں تھی۔ ایک کثیا میں رہتی تھی اور انہائی ضعیف اور نایبنا تھی۔ ایک دن مجھے خیال آیا کہ اس خاتوں کی تھوڑی بہت خدمت کرنی چاہیے۔ ایک روز صح نمازو غیرہ سے فارغ ہو کر اس خیال سے کثیا کی طرف گیا کہ اس بڑھیا کے گھر کی صفائی کر دوں گا۔ پانی بر تن بھر کر کہ دوں گا اور کچھ کھانے پینے کی چیز دے آؤں گا۔ وہاں پہنچا، بڑھیا سے سلام عرض کیا اور کہا میں مدینہ منورہ کا باشندہ ہوں اور اس خیال سے آیا ہوں۔ اس نے کہا کہ بیٹا تم سے پہلے ایک شخص آیا تھا، وہ روزانہ آتا ہے۔

اور یہ سارے کام کر جاتا ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ دوسرے روز میں ذرا جلدی آگیا تاکہ یہ دیکھوں کہ وہ شخص کون ہے؟ تو دیکھا کہ ایک شخص منہ لپیٹھے ہوئے پانی کا گڑھا بڑھیا کی کثیا میں رکھ کر باہر آ رہا ہے۔ قریب ہو کر معلوم کیا تو وہ خلیفہ وقت حضرت ابو بکر صدیقؓ تھے جو صح سویرے مدینہ منورہ کی ایک بے سہارا، معدود اور ضعیف بڑھیا کی خدمت گزاری کے فرض سے عہدہ برآ ہو رہے تھے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس روز تو میرے دل نے یہ فیصلہ دے دیا کہ یہ مقابلہ میرے بس کی بات نہیں اور اس شیخ سے نیکیوں میں آگے بڑھنا ممکن ہی نہیں ہے۔

میں سو شل و یلفیر سوسائٹی کے نوجوانوں سے یہ عرض کروں گا کہ باہم مقابلہ اور مسابقت کا اصل میدان یہ ہے اس لیے نیکیوں میں آگے بڑھنے کی کوشش اور معاشرہ کے نادار اور بے سہارا لوگوں کی بڑھ چڑھ کر خدمت کریں۔ یہ جناب نبی اکرم ﷺ کی سنت ہے اور اسلام کی بنیادی تعلیمات کا حصہ ہے۔

(از خطبات راشدی)

تحبزیہ و تجویز

مولانا سید سجاد بخاریؒ

ہمارا وطن تمام معاشرتی برائیوں اور بد عنوانیوں کی آماجگاہ بن چکا ہے۔ زندگی کے ہر شعبہ میں معاشرتی بگاڑ میں پیش رفت کا عمل جس تیزی سے جاری ہے وہ ہر درد مند اور محبوطن پاکستانی کے لیے انتہائی تشویش ناک ہے۔ مذہب سے بیزاری، شریعت سے نفرت، معاملات میں بد دیانتی، ذہنی آوارگی، بے غیرتی، بے حیائی، اخلاقی پستی، دغا، فریب، جھوٹ، وعدہ خلافی، خیانت، چوری اور چغل خوری وغیرہ ایسی جنس ارزال ہے جو ہر ایک کے پاس ملے گی اور وافر ملے گی۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ ہر شخص پریشان اور سرگردان ہے، کسی کو سکون اور سکھ کا سانس نصیب نہیں۔ کسی کامال و جان محفوظ ہے نہ عزت و ابر و اور کسی کو دن میں آرام ہے نہ رات کو چین۔ برائیوں اور بد عنوانیوں کا یہ سیلا ب اگر اسی طرح بڑھتا چلا گیا اور اسے روکنے کی کوشش نہ کی گئی تو ہماری اخلاقی سطح بہائم و انعام سے بھی گر جائے گی اور تاریخ ہمیں پورپ کے بعض ملکوں کی صفائی میں آکھڑا کرے گی۔ ممکن ہے کچھ بے ضمیر اور نہاد مسلمان اسے باعث فخر سمجھیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کی ذلت و رسوانی کی یہ انتہاء ہے کہ وہ اسلامی اعمال و اخلاق سے محروم ہو جائیں مذہبی اقدار و روایات سے بیگانہ ہو جائیں اور دینی تہذیب و ثقافت سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔

کہا جاتا ہے کہ یہ سب کچھ جہالت کا نتیجہ ہے، لوگ دینی تعلیم سے بے بہرہ ہیں، اس لیے ان برائیوں کا ارتکاب کرتے ہیں مگر یہ منطق درست نہیں۔ ان برائیوں کی برائی اس قدر واضح ہے کہ کوئی بشر بھی اس سے بے بہرہ نہیں بلکہ تجربہ یہ ہے کہ جو شخص ان برائیوں کی برائی کو زیادہ جانتا ہو گا وہ ان کے ارتکاب میں دوسروں کی نسبت زیادہ فعال اور مشتاق ہو گا، اس لیے کمی علم کی نہیں عمل کی ہے۔ خامی تعلیم کی نہیں تربیت کی ہے اور بات نادانی کی نہیں بلکہ خوف خدا کی کمی کمزوری کی ہے۔

ہماری تعلیمی اداروں۔ سکولوں اور کالجوں مدارس اور خانقاہوں۔ میں کیا کچھ نہیں پڑھایا جاتا۔ وہاں مذہبی اور اخلاقی تعلیم دی جاتی ہے۔ اسلامی تہذیب و ثقافت پر لیکھ رہیے جاتے ہیں۔ شرم و حیا، دیانت اور امانت، سچائی ایفاء عہد، والدین، اساتذہ اور بزرگوں کا ادب و احترام کرنے کی تلقین کی جاتی ہے لیکن قوم کے یہ راہنماء اور نونہالان ملت کے یہ معلمین خود ان غوبیوں سے سراسر محروم ہوتے ہیں اور وہ تعلیم و تلقین کا یہ فریضہ محض ذریعہ معاش کے طور پر بجالاتے ہیں نہ کہ طلبہ کی تہذیب و تربیت کے مقصد سے۔ پروفیسر صاحب طلبہ کو اسلامی تہذیب و ثقافت پر لیکھ رہے رہے ہیں اور اسلامی تہذیب کی تعریف و توصیف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا رہے ہیں اور شرم و حیا کی تلقین بھی کر رہے ہیں اور ساتھ ہی اپنے موڈسے اور اشارہ و کنایہ سے بلکہ صراحت سے یہ بھی ظاہر کر رہے ہیں کہ بھائی انہیں آج بہت جلدی ہے کیوں کہ انہیں ابھی ابھی کلب کی ایک رنگارنگ تقریب میں شامل ہونا ہے جس میں قوم کی سپتیریاں گلوکاری کا مظاہرہ کریں گی اور عریاں ناقچیش کر کے حاضرین سے داد تحسین و صول کریں گی۔ اب آپ اندازہ لگالیں کہ اس منافقت اور دور خی چال کا طلبہ پر کیا اثر ہو گا؟

یہ دور خی چال ہمارے تمام تعلیمی اداروں میں چلی جا رہی ہے اور ہمارے معلمین اخلاق دیگر اس راستی و خود ادا فضیحت کی زندہ تصویریں پیش کر رہے ہیں۔ جب قوم کے راہنماؤں کا کردار یہ ہو تو قوم کو سیدھی راہ پر کون ڈالے گا؟ طلبہ کو نماز پڑھنے کی تلقین کرتے ہیں مگر خود نماز نہیں پڑھتے، شرم و حیا کا واعظت ہے ہیں مگر خود شرم و حیا کا منہ چڑاتے ہیں۔ اسلامی تہذیب و ثقافت کی تعریف کرتے ہیں مگر درپردا اس سے عداوت ہے۔ دیانت و امانت اور سچ بولنے کا واعظ کرتے ہیں مگر خود بد دیانتی اور جھوٹ بولنے پر کمر بستہ ہیں۔ حضرت واعظ دوسروں کو خوف خدا اور خوف آخرت یاد دلاتے آئیں گے جن کے دم قدم سے نیکی کا وجود قائم ہے۔ ایسی پریشان کن اور ناپسندیدہ صورت حال پیدا کرنے کی ذمہ داری تہبا تعلیمی اداروں پر نہیں ڈالی جاسکتی۔ اس میں حکومت کے وہ افسران بھی ملوث ہیں جو اداروں کے لیے تعلیمی پالیسی وضع کرتے اور نصاب تعلیم مرتب کرتے ہیں۔ ہمارے یہاں کوئی معقول تعلیمی منصوبہ بندی نہیں جس کی تکمیل کے بعد ایک طالب العلم پکا

مسلمان، سچا محب و طلن اور ایک اچھا شہری بن کر لئے۔ نہ ہمارے یہاں تربیت کا کوئی پروگرام ہے جس کے تحت طلبہ کے اندر علم کے ساتھ ساتھ اس پر عمل کرنے کا احساس اور جذبہ بھی پیدا کیا جاسکے۔

بڑے دکھ کی بات ہے کہ ہمارے دینی تعلیم کے ادارے بھی تربیت کا کوئی معقول منصوبہ اپنے پاس نہیں رکھتے۔ ان اداروں کا مقصود بھی صرف یہی رہ گیا ہے کہ نصاب کی تنقیل کراؤ۔ سند و فارغ کرو یہی وجہ ہے کہ دینی تبلیغ کا میدان بھی بے شمار بد عنوانیوں اور خرابیوں کی آماجگاہ بن چکا ہے۔ یہاں قوم کے عقائد و اعمال اور اخلاق و معاملات کی اصلاح، ان کے دلوں میں دین کی سچی تربیت اور ان کے سینوں میں عمل کا سچا جذبہ اور ولولہ پیدا کرنے کے بجائے ان کو فروعی اور غیر ضروری مسائل میں الجھا کر گرو ہی تھسب کو فروع دیا جاتا ہے اور ان کو آپس میں دست و گریباں ہونے پر اکسایا جاتا ہے۔ یہ عمل نہ دین ہے نہ دین کا حصہ اور نہ دین کی خدمت، یہ واعظان تنگدل اور تاجر ان دین و ملت کا پیشہ ورانہ کاروبار ہے۔ تبلیغ سے ارشاد اسے کوئی سروکار نہیں۔

ان الذين فرقوا دينهم و كانوا شيعاً لـ سـ لـ سـ مـ نـ هـ مـ فـ شـ يـ عـ

اللـهـ تـعـالـىـ مـحـضـ اـپـنـیـ رـحـمـتـ اـورـ تـوفـيقـ سـبـ کـوـ سـیدـ حـمـیـ رـاـ پـرـ چـلـنـےـ کـیـ ہـمـتـ عـطاـ فـرمـائـےـ۔

اس سلسلے میں طلبہ کے والدین اور سرپرست بھی ملوث ہیں جو بچوں پر نظر نہیں رکھتے، ان کے اعمال کا محاسبہ نہیں کرتے اور فال تو وقت میں ان کی سرگرمیوں پر ان کی جواب طلبی نہیں کرتے اور نہ کبھی ان کی تعلیمی حالت کا جائزہ لیتے ہیں۔

اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا معاشرہ بد عنوانیوں کے سیلا ب سے محفوظ ہو جائے تو ہمیں اس کی روک تھام کے لیے نوجوانوں کی ایک کھیپ تیار کرنا ہو گی جو اس کا مقابلہ کر سکے اور ایسی کھیپ حکومت تعلیمی اداروں اور والدین کے باہمی تعاون ہی سے وجود میں آسکتی ہے۔ سب سے پہلے تعلیمی ڈھانچہ اور درسی نصاب ایسا تیار کرنا چاہیے جو پاکستان جیسے مسلم ملت کی تمام ضروریات کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ پھر تعلیمی ادارے طلبہ کو سرٹیفیکیٹ دینے پر ہی اکتفاء نہ کریں بلکہ ان کو تعلیم و تربیت کے سانچے میں ڈھال کر ملک و ملت کی خدمت کے لیے تیار کریں اور ساتھ ہی والدین بھی پورا پورا تعاون کریں اور وفات و فوت بچوں کی تعلیم و تربیت کا جائزہ لیتے رہیں۔ پندو

نیخت کے ذریعے بچوں کی صحیح رہنمائی کرتے رہیں اور بری صحبت سے ان کو ہر قیمت پر دور رکھنے کی کوشش کریں۔

انہی نونہالوں سے ہمارا گلشن وطن سر سبز و شاداب ہو گا اور انہی کلیوں سے ہمارے باغ میں بہار آئے گی۔ اگر ان کی طرف ہم نے توجہ نہ دی اور ان کی دیکھ بھال اور آبیاری کا پورا پورا خیال نہ رکھا تو یہ خزاں دیدہ معاشرہ کبھی آشنا نہ ہو سکے گا اور یہ جڑا ہوا چمن کبھی سرو دسمن اور لالہ و یا سمین کا گھرنہ بن سکے گا۔ ایمان کے پختہ، قول و عمل کے پچے، علم وہنر کے دلدادہ اور سمعی پیہم کے خوگر نوجوانوں ہی سے ملک و ملت کی ساکھ اور آبرو قائم ہو گی، انہی کے دم سے وطن کا نام چمکے گا، انہی کی قربانیوں اور کوششوں سے ویرانے آباد اور آبادیاں شاد ہوں گی۔

اہل وطن تم ہی تو ہو اپنے وطن کی آبرو! تم ہی سے روشن ہے وطن کا نام کام چار سو
تم ہی سے دھرتی سبزہ زار تم ہی سے گلشن میں بہار تم ہی سے گھر گھر روشنی تم ہی سے رونق کوبہ کو
تم عصموں کے پاس باں تم مال و جاں کے ہو امیں
اپنے پرائے ایک سے ہوں کیوں نہ تیرے سودہ رو

(مقالات، بخاری)

مجھے پڑھئے

محلہ تبلیغ القرآن ایک دینی، اصلاحی اور تربیتی مجلہ ہے، آپ خود بھی پڑھیں اور اپنے دوست احباب کو بھی پڑھنے کی دعوت دیں اور اشاعت دین میں ہمارا معاون بیٹیں۔

اخبار و احوال

جامعہ ولحقہ شعبہ جات کے معمولات سرگرمیاں

محمد بلال خلیل

جامعہ تبلیغ القرآن:

ترتیبی اجتماع: دعوت دین کے میدان میں کام سے وابستہ کارکنان کی دعوتی، فکری، علمی و عملی پہلو سے 23 مارچ 2014 کو اصلاحی و تربیتی اجتماع منعقد ہوئی۔ جس میں تقریباً 200 کارکنان نے شرکت کی۔

دورہ تفسیر القرآن: سکول و کالج کے طلباء و طالبات اور عوام الناس کے لیے مختصر دورانیہ میں قرآن مجید کا ترجمہ و تفسیر سیکھنے کے لیے 13 اپریل 2014 پذراہواں، دورہ تفسیر القرآن کا انعقاد کیا گیا۔ اس سال منفرد انداز میں سیرت کے تناظر میں چار اس اور نئتوں کے ذریعے قرآنی واقعات کو واضح کیا جاتا ہے۔ یہ درس آپ

live www.alishaat.com پر بھی سُن سکتے ہیں۔

افتتاح دارالاقامہ: طلباء درس نظامی کے رہا نئش میں پیش آنے والے مساں کل کے پیش نظر، 100 اپریل 2014 سے جامعہ کے پشت پر تقریباً 3 مرلہ اراضی پر مشتمل دارالاقامہ میں طلباء کو منتقل کر دیا گیا۔

”تدريب المدرسین کورس“ جامعہ پشاور (UOP) کے زیر انتظام 00 مارچ 2014 کو، دینی مدارس کے معلمین و مدرسین کے لیے 9 روزہ تدريب المدرسین کورس کا انعقاد کیا گیا۔ میں جامعہ تبلیغ القرآن کے جید علماء مفتقی مولانا محمد ایاز، مولانا جہانگیر، مولانا خیر محمد، اور قاری سجاد اللہ صاحب نے شرکت کی۔

شعبہ اطفال: شعبہ اطفال کی جانب سے تمام شاخوں کے مابین ”بزم ادب“ کا انعقاد ہوا جس میں اطفال کے درمیان تقریری مقابلے ہوئے اور پہلی پوزیشن حاصل کرنے والے طالب العلم کو انعام دیا گیا اسی طرح شعبہ اطفال کی جانب سے مختلف شاخوں کے دورے ہوئے۔ جس کا مقصد ---

تنظیمی سرگرمیاں:

منظمه اجلاس: دورہ تفسیر القرآن 2014 کی افتتاحی تقریب، دعوتی پہلو اور 2014 تربیتی اجتماع کا جائزہ، کے

حوالے سے 00 اپریل 2014 کو شوری منعقد کی گئی۔

مختلف سرگرمیاں:

شعبہ اطفال کی جانب سے، ”پیس پبلک سکول، رنگ روڈ“ میں ”قرآن آکیڈمی“ کا افتتاح کیا گیا۔ جس میں اطفال کے لیے ناظرہ، حفظ اور ترجمہ قرآن پڑھایا جاتا ہے۔

جامعہ کے ذیلی شاخ ”دارہ تعلیم القرآن، فقیر آباد نمبر 2“ میں شعبہ اطفال، حفظ و ناظرہ اختتامی پروگرام کے موقع پر رئیس جامعہ تبلیغ القرآن، مولانا مفتی محمد ایاز صاحب نے اصلاحی بیان فرمایا۔

جامعہ کے ذیلی شاخ ”درسہ ام حبیبہ مسلم کالونی“ میں ختم قرآن کے موقع پر جامعہ نائب مفتی مولانا ضیاء الحق صاحب نے ترغیب الی القرآن پر بیان فرمایا۔

جامعہ سے ملحقہ، حلقة پلوسی میں طلبہ توحید و سنت کی جانب سے 21 مارچ 2014 کو ”تریتی کنوشن“ کا انعقاد ہوا۔ جس میں رئیس جامعہ تبلیغ القرآن، مولانا مفتی محمد ایاز صاحب نے، تربیت ارکان کے موضوع پر بیان فرمایا۔

جامعہ سے ملحقہ ”درسہ دارالسلام، نمرہ مسجد سعید آباد“ میں ترجمہ و تفسیر کے اختتامی موقع پر رئیس جامعہ تبلیغ القرآن، مولانا مفتی محمد ایاز صاحب نے بیان فرمایا۔

12 جنوری 2014ء ”درسہ ۔۔۔ جگہ اپشاور“ میں سالانہ دستاربندی کے موقع پر رئیس جامعہ تبلیغ القرآن، مولانا مفتی محمد ایاز صاحب نے فارغ ہونے والے طلباء کی دستاربندی کی۔ اور اصلاحی بیان فرمایا۔

خادم و یلفٹریس سوسائٹی:(KWS)

صف پانی (Filtered Water)

”خادم“ کے زیر اہتمام، ”خادم فلٹریشن پلانٹ کی توسعی کی گئی۔ اور 10 مارچ 2014ء، ادارہ کی طرف سے گھروں، دفاتر، تعلیمی اداروں اور مختلف مارکیٹس میں صاف پانی کی فراہمی شروع کی گئی۔ جس میں 15 لیٹر پانی Rs.20 پر مہیا کی جاتی ہے۔ یاد رہے کہ یہ رقم غریب، نادار اور بیتیم و بیویوں کے رفاهی خدمت کے لئے مختص ہے۔